’’تحریک اہل حدیث کے جو اثرات پیدا ہوئے اور اُس زمانہ سے آج تک ہمارے دور ادبار کی ساکن سطح میں اس سے جو جنبش ہوئی وہ بھی ہمارے لیے بجائے خود مفید اور لائق شکریہ ہے، بہت سی بدعتوں کا استیصال ہوا، توحید کی حقیقت نکھاری گئی، قرآن پاک کی تعلیم و تفہیم کا آغاز ہوا، قرآن پاک سے براہ راست ہمارا رشتہ جوڑا گیا، حدیث نبوی کی تعلیم و تدریس اور تالیف و اشاعت کی کوششیں کامیاب ہوئیں، فقہ کے بہت سے مسئلوں کی چھان بین ہوئی، لیکن سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دلوں سے اتباع نبوی ﷺ کا جو جذبہ گم ہو گیا تھا وہ سالہا سال تک کے لیے دوبارہ پیدا ہو گیا۔۔۔ اس تحریک کا ایک اور فائدہ یہ ہوا کہ مدّت کا زنگ طبیعتوں سے دور ہوا اور یہ جو خیال ہو گیا تھا کہ اب تحقیق کا دروازہ بند اور نئے اجتہاد کا راستہ مسدود ہو چکا ہے رفع ہو گیا، اور لوگ از سر نو تحقیق و کاوش کے عادی ہونے لگے، قرآن پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل کی خو پیدا ہوئی اور قیل و قال کے مکدّر گھڑوں کے بجائے ہدایت کے اصلی سرچشمہ مصفیٰ کی طرف واپسی ہوئی۔‘‘

(سید سلیمان صاحب ندوی رحمہ اللہ،
مقدّمہ تراجم علماء اہل حدیث ہند صفحہ: ۳۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یداللہ علی الجماعۃ

حق کا داعی اور مسلک سلف کا ترجمان

ماہنامہ

الجماعۃ

خصوصی شمارہ

مارچ ۲۰۱۷ء / جمادی الآخر ۱۴۳۸ھ

بدل اشتراک......فی شمارہ: 15 روپے • سالانہ: 150 روپے

پتہ

دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی ۱۴-۱۵، چونا والا کمپاؤنڈ، مقابل بیسٹ بس ڈپو، ایل۔بی۔ایس مارگ، کرلا ویسٹ ممبئی-۷۰

SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI

14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.

Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com

@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai

www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com

نگارشات

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں ہے۔

حلقۂ قرآن

درس قرآن

محمد ایوب اثری

(فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ۝ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۝ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ۝ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۝ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ۝ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ)(مدثر:۴۰-۴۸)

ترجمہ: وہ بہشتوں میں (بیٹھے ہوئے) گناہ گاروں سے سوال کرتے ہوں گے تمہیں دوزخ میں کس چیز نے ڈالا وہ جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے نہ مسکینوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہم بحث کرنے والے (انکاریوں) کا ساتھ دے کر بحث ومباحثہ میں مشغول رہا کرتے تھے اور روز جزاء کو (یعنی قیامت کے دن کو) جھٹلاتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی پس انہیں سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی۔

تشریح: اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے چار قسم کے ایسے مجرمین کا تذکرہ فرمایا ہے جو جہنم میں جائیں گے اور ان کے حق میں کسی کی بھی سفارش قابل قبول نہ ہوگی اب ان کی سزا اور ان کے حق میں کسی کی بھی سفارش قابل قبول نہ ہونے کی وجہ سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کتنے بڑے مجرم ہیں۔

قارئین کرام: اہل جنت بالاخانوں میں بیٹھے ہوئے جہنمیوں سے سوال کریں گے بھائی دنیا میں تو ہم دونوں پڑوسی تھے اور بسا اوقات کبھی کاروبار میں بھی باہم شریک تھے لیکن آج اتنا بڑا فرق کہ ہم جنت میں اور تم جہنم میں آخر اس کی کیا وجہ ہے یا اس کے کیا اسباب ہیں اسباب کا تذکرہ خود اللہ رب العزت نے چار آیات میں کیا ہے جسے آیئے قدرے تفصیل سے سمجھیں۔

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ: شہادتین کے اقرار کے بعد پہلا فریضہ جو ایک مسلمان پر عائد ہوتا ہے وہ اقامت صلوٰۃ ہے اور قیامت کے دن بندے سے جو پہلا سوال ہوگا وہ نماز ہی کے متعلق ہوگا نماز کی اہمیت وفضیلت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے بے شمار آیات میں اور نبی اکرم ﷺ نے بے شمار احادیث میں اس کی وضاحت فرمائی ہے مثال کے طور پر ایک حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان اور کافر کے درمیان نماز حد فاصل ہے اور اللہ نے سورۂ قلم میں ایسے شخص کا جو صحیح سالم اور فرصت میں ہونے کے باوجود اللہ کا حق (یعنی نماز نہیں پڑھتے) ادا نہیں کرتے بڑے پیارے انداز میں عبرت کیلئے نقشہ کھینچا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: (يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ)(قلم:۴۲-۴۳) جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کیلئے بلائے جائیں گے تو (سجدہ) نہ کرسکیں گے نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت ورسوائی چھارہی ہوگی حالانکہ یہ سجدے کے لئے (اس وقت بھی) بلائے جاتے تھے جبکہ صحیح سالم تھے۔''کشف ساق'' کے تعلق سے صحیح حدیث میں اس کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھولے گا (جس طرح کہ اس کی شان کے لائق

ہے) تو ہر مومن مرد اور عورت اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ البتہ وہ لوگ باقی رہ جائیں گے جو دکھلاوے اور شہرت کیلئے سجدہ کرتے تھے وہ سجدہ کرنا چاہیں گے لیکن ان کی ریڑھ کی ہڈی کے منکے تختے کی طرح ایک ہڈی بن جائیں گے جس کی وجہ سے ان کیلئے جھکنا ناممکن ہو جائے گا۔ (بخاری تفسیر سورہ القلم)

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا گیا ''ایُّ الاِسْلام خَیر؟'' اسلام کی کون سی بات سب سے بہتر ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (بھوکے آدمی کو) کھانا کھلانا اور ہر اس شخص کو سلام کرنا جس کو پہچان رہے ہو یا جس کو نہ پہچان رہے ہو، (بخاری) اس حدیث میں اسلام کی جو سب سے عمدہ خوبی ہے وہ بتائی جارہی ہے ان میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ غرباء ومساکین جو بھوکے ہوں ان کو کھانا کھلایا جائے اللہ تعالیٰ نے اگر ہمیں مال جیسی نعمت سے نوازا ہے تو اس میں فرضی ونفلی طور پر دوسروں کے حقوق بھی متعین کئے ہیں جس میں سے ایک حق مسکین کا بھی ہے اور انہیں کھلاتے وقت یہ بات پیش نظر رہے جیسا کہ اللہ نے سورۂ دھر میں فرمایا: اور اللہ کی محبت میں کھانا کھلاتے ہیں مسکین، یتیم، اور قیدیوں کو، ہم تو تمہیں صرف اللہ کی رضامندی کیلئے کھلاتے ہیں نہ تم سے بدلہ چاہتے ہیں نہ شکر گذاری (دھر:۸-۹) اور اگر ہمارے دل سخت ہو چکے ہوں تو اسے نرم کرنے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہترین نسخہ بتلایا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ فَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ وَامْسَحْ علىٰ رَأْسَ الْيَتِيمِ'' (مسند احمد) جب تو اپنے دل کو نرم کرنا چاہے تو مسکین کو کھانا کھلانا اور یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر۔ اور یتیم کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ وہی شخص کرے گا جس کے دل میں مال کے بجائے انسانی قدروں اور اخلاقی ضابطوں کی اہمیت ومحبت ہوگی دوسرے اس امر پر یقین ہو کہ اس کے بدلے میں مجھے قیامت والے دن اچھا بدلہ ملے گا۔

وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس الصحة والفراغ'' (ترمذی) کہ دو نعمتیں ایسی ہیں جن کے بارے میں اکثر لوگ غافل ہیں ایک تندرستی دوسرے فارغ البالی۔ اگر کسی انسان کو فرصت کے اوقات حاصل ہیں اور اس کو اس نے اچھے کام میں لیا ہے تو بہت ہی خوش نصیب ہے اور اگر انہیں فضولیات میں اور کج بحثوں کے ساتھ کج بحثی میں لگایا ہے تو یقینا اسے اللہ کے پاس سخت جواب دینا ہے (ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ) تم قیامت کے دن ضرور ہر نعمتوں کے بارے میں سوال کئے جاؤ گے، اور اللہ تعالیٰ نے کامیاب مومن کی ایک صفت یہ بھی بیان فرمائی ہے کہ: (وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ) (مومنون:۳) جو لغو بات سے منہ موڑ لیتے ہیں ''لغو ہر وہ بات اور ہر وہ کام جس کا کوئی فائدہ نہ ہو یا اس میں دینی یا دنیوی نقصانات ہوں اور ان سے اعراض کا مطلب ہے کہ ان کی طرف التفات بھی نہ کیا جائے چہ جائیکہ انہیں اختیار یا ان کا ارتکاب کیا جائے ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مِن حُسنِ اِسْلام المرءِ تركه مالَا يعْنيه'' (ترمذی) آدمی کے اسلام کی خوبصورتی یہ ہے کہ وہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس کے مقصد کی نہیں۔ دور حاضر میں مسلمان ضیاع وقت میں سب سے آگے ہیں رات دیر تک جاگنا اور صبح دیر تک سوئے رہنا مسلم نوجوانوں اور قوم کی پہچان بن گئی ہے آج ہم جس بے دردی کے ساتھ اپنی قیمتی اوقات ہوٹلوں، چائے خانوں، اور چوراہوں میں بیٹھ کر گپ شپ ہنسی مذاق لایعنی باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں اس کا ہم روز آنہ مشاہدہ کر رہے ہیں ''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں'' اللہ ہمیں اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ: قیامت کے دن کے وقوع پر ایمان لانا ایمانیات میں سے ہے (بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

اداریہ

دینی فتنے
اور جماعت اہل حدیث کے بعض افراد

محمد مقیم فیضی

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جماعت اہل حدیث جو عقیدہ ومنہج اور اصول دین پیش کرتی ہے اگر اس کے افراد ان چیزوں کو اچھی طرح سمجھ لیں اور ان پر صدق دلی اور کامل علم کے ساتھ عمل پیرا ہو جائیں تو وہی خیر امت، فرقہ ناجیہ اور طائفہ منصورہ ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ علم کی کمی اور دین کے فہم صحیح کے بحران میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے، جس کی وجہ سے جماعت اہل حدیث کے بعض افراد بھی مختلف فتنوں کے لئے نرم چارہ ثابت ہونے لگے ہیں، حالانکہ آج بھی الحمدللہ ایسے سلفی علماء پوری دنیا میں جگہ بہ جگہ موجود ہیں جو ہر نئے پرانے فتنے سے آگاہ ہوتے ہیں اور ان کے متعلق ان کا موقف بالکل واضح اور مدلل ہوتا ہے اور وہ بروقت عوام کی رہنمائی بھی فرماتے ہیں مگر جماعت کے وہ احباب جو فتنوں کا آسانی سے شکار ہو جاتے ہیں ان کے پیچھے یہی مشکل کارفرما ہوتی ہے کہ ان کا رابطہ بابصیرت علماء سے منقطع ہوتا ہے۔

آج ہم انہیں فتنوں میں سے کچھ کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو نوجوانوں کو بالخصوص اپنی لپیٹ میں لئے جارہے ہیں:

(۱) ابھی مہاراشٹر کے ایک چھوٹے سے قصبہ نما شہر میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں جماعتی سرگرمیوں کی ابتدا چند سالوں پیشتر ہی ہوئی ہے زیادہ سے زیادہ اس پر ایک دہائی گزری ہوگی، الحمدللہ بہت سے نوجوان مسلک اہل حدیث قبول کر چکے ہیں اور نیک جذبے کے ساتھ دعوتی کاموں میں بھی لگے ہوئے ہیں جن کے اچھے اثرات مرتب ہو رہے ہیں، انھوں نے ایک اچھی خاصی جگہ مسجد کے لئے بھی خرید لی ہے اور ٹین شیڈ کی بڑی سی مسجد بنا کر اس میں جمعہ جماعت قائم کر دیا ہے، آجکل الحمدللہ اس طرح کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑا دینے والے مناظر ہندوستان کے بیشتر شہروں اور بستیوں میں دیکھنے کو مل رہے ہیں، اہلحدیثوں کی نئی نئی بستیاں آباد ہوتی جارہی ہیں، اور دیکھتے دیکھتے جو کونپلیں پھوٹتی ہیں وہ تناور درختوں میں بدل جاتی ہیں اور دھیرے دھیرے خوش مزہ پھل دینے والا پورا باغ تیار ہو جاتا ہے، شروع شروع کا مرحلہ یقینا بڑے صبر وامتحان اور حوصلوں کی آزمائش کا ہوتا ہے مگر ایمان میں جونکھار آزمائشوں کے بعد آتا ہے اس کا رنگ، بو اور مزہ ہی الگ ہوتا ہے۔ الغرض ہمیں اس شہر میں دوپہر کے کھانے کے لئے ایک نئی کالونی کے دو منزلہ مکان میں لے جایا گیا اور بتایا گیا کہ صاحب خانہ پولیس میں ہیں مگر انتہائی سرگرم دعوتی کارکن ہیں اور ان کی کاوشوں سے متعدد لوگ راہ راست پر آ چکے ہیں اور انھوں نے شرک وبدعات سے توبہ کر کے عمل بالکتاب والسنۃ کا مسلک اپنا لیا ہے۔ ہمیں خوش ہونا چاہئے تھا اور ہم ہوئے بھی مگر جب کھانے سے فارغ ہو کر گھر سے باہر نکلے تو انھوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک بڑا سا خالی پلاٹ دکھایا اور کہا کہ یہاں ان شاء اللہ جماعت کے فلاں فلاں راقیوں کے لئے رقیہ سنٹر بنانے کا منصوبہ ہے، یہ سنتے ہی

ہمارے کان کھڑے ہوگئے، ہمارے اندر تجسس جاگ اٹھا، اور ذہن میں تشویش کی لہریں اٹھنے لگیں۔ معلوم ہوا کہ قریب میں کسی صوفی کی درگاہ ہے جہاں دور دراز سے، جن، بھوت، اور چڑیل چھڑانے کے لئے آنے والوں کا جمگھٹا لگا رہتا ہے، اور وہاں جو کچھ ہوتا ہے سنسر کی قینچی چلائے بغیر اس کا بیان ممکن نہیں ہے، اسی کے پیش نظر ہمارے کچھ نوجوان رقیہ کی ٹریننگ لے کر آئے اور انھوں نے جب یہ کام شروع کیا تو بہت سے لوگ شرک وخرافات سے بچتے ہوئے ان سے استفادہ کرنے لگے اور یہاں لوگوں کی توجہ بڑھتی جارہی ہے اور اب نوبت بایںجا رسید کہ ہم لوگ رقیہ سنٹر قائم کرنے جارہے ہیں، میرے منہ سے بے ساختہ نکلا کہ آپ لوگ رقیہ سنٹر کی بجائے دعوت توحید کا سنٹر قائم کریں یہ نئے دور کا ایک فتنہ ہے جس کا شکار آپ لوگ بھی ہورہے ہیں مگر یہاں جو سب سے بڑی منطق کام کرتی ہے وہ یہی ہوتی ہے کہ لوگوں کو فائدہ ہورہا ہے، اور یہ نہیں سمجھتے کہ کسی کام سے فائدہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ وہ مشروع بھی ہے۔

ہم یہ نہیں کہنے جارہے کہ نارتھ دودھ کا دھلا ہے اور وہاں کبھی کوئی فتنہ نہیں کھڑا ہوا مگر اس وقت اہل حدیثوں کے لئے ساؤتھ سے دو بڑے فتنے اٹھے ہیں اور دونوں نے جماعت کو اور اس کے منہج کو زبردست نقصان پہنچایا ہے، ایک تو تامل ناڈو کا وہ ادارہ ہے جسے تحریکی بزرگان دین چلاتے ہیں اور ان کے وضع الیدین علی الصدر اور آمین رفع یدین سے دھوکہ کھاتے ہوئے لوگ انہیں اہل حدیث سمجھتے رہے، ہم تو جب بھی ان سے ملے موقع بے موقع انھوں نے جماعت اہل حدیث اور ان کے علماء کو نشانا بنایا اور ان کے متعلق پست جذبات کا اظہار کیا جس سے سلفیوں کے لئے ان کے دل کا کینہ خوب ظاہر ہوتا رہا، اس ادارے میں اگر کوئی غیر اہل حدیث آیا تو ہمیں نہیں لگتا کہ وہ اہل حدیث ہوا ہوگا یا ان کے عقیدہ ومنہج سے اسے کوئی قربت حاصل ہوئی ہوگی مگر جو اہل حدیث وہاں گیا اس کے عقیدہ ومنہج میں پلپلا پن، اور ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے کی خو ضرور پیدا ہوگئی اور انھوں نے دعوت اہل حدیث کو فائدہ پہنچانے کی بجائے الٹا نقصان ہی پہنچایا ہے اِلا ماشاءاللہ. مستثنیات سے انکار نہیں مگر اکثریت کا حال تو یہی رہا، [ہمیں اس بات سے انکار نہیں کہ اس ادارے نے علم کی خدمت کی ہے، یہاں سے بہت سے علماء وحفاظ فارغ ہوئے ہیں اور یہاں سے ایسی شخصیتیں بھی نکلی ہیں جنھوں نے بین الاقوامی سطح پر نام کمایا ہے، یہ سب باتیں سر آنکھوں پر مگر یہاں ہماری گفتگو اس بات پر مرکوز ہے کہ اس ادارے کی پالیسیوں سے اہل حدیث طلباء کو عقیدہ ومنہج میں خسارے سے دو چار ہونا پڑا ہے] اور نہایت افسوس اس بات کا ہے کہ جنوبی ہند کی پوری جماعت اہل حدیث آج تک کوئی ایسا ادارہ قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکی جو اہل حدیث طلباء کو اس ادارے سے بے نیاز کردے۔

اور دوسرا فتنہ میرے اپنے علم کے مطابق بنگلور کے ایک مولوی کے ذریعہ اٹھا جو اسی ادارے کا پروردہ ہے اور اس نے دیکھتے دیکھتے پورے ساؤتھ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اب اس کا رخ نارتھ کی طرف بھی ہے اور بغیر سرمایہ کاری کے دکان چلانے کے رجحان نے بہت سے نوجوانوں کو بری طرح گمراہ کردیا ہے۔

ہم نے سلفیوں کی پوری تاریخ میں صحابہ کرام سے لیکر شیخ محمد بن عبدالوہاب اور مولانا اسماعیل دہلوی اور میاں نذیر حسین محدث دہلوی تک کسی کو نہیں دیکھا کہ انھوں نے موجودہ دور کی ان تمام مشکلات کے اپنے زمانے میں پائے جانے کے باوجود

کوئی رقیہ سینٹر قائم کیا ہو یا کوئی فلاں الراقی کے نام سے مشہور ہوا ہو اور اس نے دم جھاڑے کو اپنا تخصص یا پیشہ بنایا ہو۔ انھوں نے ان تمام مشکلات کا علاج دعوت توحید اور اتباع کتاب وسنت سے کیا اور الحمد للہ اس کا جو فائدہ ملت کو ہوا وہ عیاں راچہ بیاں کے مصداق ہے۔ یہ علامہ ربیع بن ھادی مدخلی حفظہ اللہ ہیں جو جھاڑ پھونک کی راہ پکڑنے والے سلفیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آپ لوگوں میں بھی دم اور جھاڑ پھونک کرنے والے (رقاۃ) ہیں؟ واللہ!

میں سلفیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اس دروازے میں داخل نہ ہوں، نہ اس کام کے لئے اپنا تقرر کریں۔

البانی، ابن باز، ابن عثیمین؛ کیا ان سب لوگوں نے خود کو ان چیزوں کے لئے مخصوص کیا تھا؟ سلف: صحابہ، تابعین، ائمہ ھدی: احمد، مالک، شافعی؟ کیا ان لوگوں نے اسی طرح خود کو متعین ومخصوص کر رکھا تھا؟! آپ آخر کہاں جا رہے ہیں؟ ہم کہتے ہیں: سلف سلف، ہم سلفی ہیں، اس کے بعد یہ چیزیں ایجاد کریں! رقیہ (جھاڑ پھونک) جائز ہے مگر ان طریقوں پر نہیں۔ ۔اللہ تعالیٰ آپ کو برکتوں سے نوازے۔ سچے اہل اتباع بنیے، ان چیزوں کو چھوڑ دیجئے جو دعوت کی شبیہ کو داغدار کرتی ہیں اور اس کے حاملین کے ناموں پر بٹہ لگاتی ہیں۔ ۔اللہ تعالیٰ آپ کو برکتوں سے نوازے۔۔

جب کوئی آپ سے رقیہ کا طالب ہو، آپ رقیہ کر دیں، یا وہ کہیں اور چلا جائے بس بات ختم، شفا اللہ کے ہاتھ ہے؛ اللہ عزوجل اسے شفا دے گا اور وہ خود اخلاص کا مظاہرہ کرے اپنے لئے خود ہی وہ دعائیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے راستہ نکال دے گا: (وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ) (الطلاق: ۲-۳)

سوال: ۔شیخ صاحب۔ ہمیں ڈر ہے کہ عوام جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے پاس چلے جائیں گے؟

جواب: جانے دیجئے جائیں اور واپس نہ آئیں، آپ کو کس نے مکلف کیا ہے؟ آپ خود کو بگاڑ لیں اپنی زندگی اور دین تباہ کر لیں؛ صرف اس وجہ سے کہ لوگ جادوگروں کے پاس چلے جائیں گے! آپ رقیہ کریں گے؟ رقیہ کے لئے اپنا تقرر کر لیں گے؟

سائل: نہیں۔شیخ۔وہ خود ہمارے پاس آتے ہیں۔

شیخ: چھوڑو چھوڑو! وہ اس لئے آپ کے پاس آتے ہیں کہ آپ نے رقیہ کے لئے اپنا تقرر کر لیا ہے؛ آپ اس چیز کو ترک کر دیجئے ۔اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔ لوگوں کو اللہ عزوجل کے لئے چھوڑ دیجئے۔

تکلف سے باز آئیں: (وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ) (ص:۸۶) میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

مدینہ کے پہلے راقی کی بھی یہی دلیل تھی۔ وہ ہمارا رفیق تھا، بہت عمدہ سلفی تھا، مسجد نبوی میں درس دیتا تھا، واللہ! وہ شخص مدینہ کے بہت سے صوفی نوجوانوں پر اثر انداز ہوا تھا، دوسروں پر بھی اس نے بہت اچھا اثر قائم کیا تھا، پھر اس کے پاس شیطان آ گیا! واللہ! اس میدان میں آنے سے پہلے اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ میرا دوست اور میرا رفیق تھا۔ اس نے مجھ سے مشورہ کیا تھا اور کہنے لگا: اے شیخ ربیع! میں نے فلاں کو رقیہ سکھایا، اب وہ رقیہ کرتا ہے اور پیسے لیتا ہے، کبھی کبھی تو ایک ایک رقیہ کا ۱۴/ ہزار (ریال) لیتا ہے!! میں نے اس سے کہا: دیکھو اس

راستے پر مت جاؤ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔ اس نے جواب دیا: واللہ! مجھے لوگوں کے متعلق شعبدہ بازوں اور جادوگروں کا خوف ہے، میں نے کہا: واللہ! تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو، میں نے اس سے پوچھا: کیا تمہیں جادوگروں اور شعبدہ بازوں پر قدرت نہیں ہے؟ اس نے جواب دیا: ہے، میں نے اس سے کہا: تم بھی وہی کرو جو اللہ عزوجل کی طرف دعوت دینے والے دعاۃ نے کیا ہے؛ جب شیخ قرعاوی ہمارے پاس اس خطے میں آئے تو بہت سے لوگ صاحب فراش مریض تھے بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے، اس کی وجہ کیا تھی؟ جنات، زار (خبیث روحوں کا چکر)، اور یہ اور وہ، جب وہ راتوں کو نکلتے تو انہیں درختوں پر اور راہوں میں اور ایسے اور ویسے جنات ملا کرتے تھے۔ شیطان ان پر مسلط رہتے تھے۔ وہ جاہل لوگ تھے ان کے پاس توحید نہیں تھی۔ پھر وہ تشریف لائے اور انھوں نے توحید کی نشر واشاعت شروع کی، نہ کوئی رقیہ اور دم جھاڑا کیا نہ کچھ اور۔ اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔ یہ سب چیزیں ختم ہوگئیں ہاں جب توحید اور علم کی نشر واشاعت ہوئی تو سب کچھ جاتا رہا، جب توحید اور علم کی نشر واشاعت ہوتی ہے تو یہ چیزیں خود بخود رخصت اور زائل ہوجاتی ہیں، اور جب جب جہالت بڑھتی ہے جادوگروں، کاہنوں اور شیطانوں کی کثرت ہوجاتی ہے والخ۔ اس کام میں جادوگروں، کاہنوں اور شیطانوں کے درمیان تعاون ہوتا ہے۔ میں نے اسے نصیحت کی کہ دیکھو بھائی تم بھی وہی کرو جو دعوت توحید کا کام کرنے والے اور شرک وخرافات کے خلاف محاذ قائم کرنے والے مصلحین نے کیا ہے، شیاطین خود بخود رفوچکر ہوجائیں گے، لوگوں کو شیطانوں اور جادوگروں وغیرہ سے بچنے کے لئے رقیہ کی کوئی حاجت ہی نہیں رہے گی، مگر وہ نہیں مانا اور اس نے رقیہ کا کام شروع کردیا۔ اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔! اس کے بعد جناب کے کمپٹیشن اور مقابلے میں کئی لوگ کھڑے ہوگئے: ایک ریاض میں ہے، دوسرا تبوک میں، تیسرا جدہ میں۔ تب اس نے اخبار میں لکھا کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہی نہیں ہوتا ہے!!

اور جب وہ رقیہ کرتا تھا تو انسان کو بری مار مارتا تھا، اس سے کہتا تھا: نکل۔ اے اللہ کے دشمن۔ نکل! یعنی اس بات کا معترف تھا کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہوتا ہے!! پھر جب اس کے پیشہ ورانہ رقیبوں کی کثرت ہوگئی تو اس نے کہا: شیطان انسان کے اندر داخل ہی نہیں ہوتا!! فنکاریاں اور حیلے ہیں۔ اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔

رسول کی اتباع: آپ بھی وہی کریں جو انھوں نے کیا ہے، تکلف نہ کریں، اللہ عزوجل کے ساتھ اخلاص رکھیں، اللہ عزوجل سے دعا کریں، اللہ عزوجل آپ کو نفع دے گا۔ بہتر طریقہ محمد ۔صلی اللہ علیہ وسلم۔ کا طریقہ ہے، رقیہ کے سلسلے میں بھی ان کا طریقہ موجود ہے، توسع نہ اختیار کیجئے، عقیدہ، علم، عمل ہر چیز میں آنحضرت ۔علیہ الصلاۃ والسلام۔ کا طریقہ ہی اپنایئے، یہاں تک کہ رقیہ میں بھی انہیں کی راہ چلئے، ایسی کسی چیز کا تکلف نہ کیجئے جو رسول ۔علیہ الصلاۃ والسلام۔ نے نہ کی ہو'۔ اسی مقالے میں جو رقیہ اور رقاۃ کے متعلق سوال وجواب کا مجموعہ ہے ایک جگہ فرماتے ہیں: ''رہے وہ لوگ جو رقیہ ہی کے لئے خاص ہو رہتے ہیں اور اسی میدان میں خود کو مشہور کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو اخباروں میں بھی اپنا اشتہار دیتے ہیں! کچھ لوگ سینٹر کھول کر بیٹھ رہتے ہیں! یہ سب فریبی اور چالباز لوگ ہیں! واللہ جو رقیہ کے لئے اپنا تقرر کرلیتا ہے وہ متہم ہے، وہ اپنے دین میں متہم ہے، آخر

کس چیز نے اسے اس بات پر آمادہ کیا ہے؟! میرے بھائی! آپ بھی جملہ مسلمانوں میں سے ایک فرد ہیں، کون سی خصوصیت آپ کے اندر آ گئی ہے؟ اس امت میں بہت سے لوگ آپ سے زیادہ متقی، آپ سے افضل اور آپ سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں... والخ۔ آپ کو یہ خصوصیت کیسے حاصل ہوگئی؟!! پھر آپ رقیہ شرعی پر اکتفا بھی نہیں کرتے بلکہ نئی نئی چیزوں کی ایجاد میں لگ جاتے ہیں!! اللہ تعالیٰ سب کو (نیک) توفیق دے۔

شیخ سے ایک سائل نے پوچھا: ہمارے پاس ایک راقی (جھاڑ پھونک کرنے والا) ہے جو آسیب زدہ خاتون سے کہتا ہے کہ وہ اپنی آگے پیچھے کی شرمگاہ اور چھاتیوں کی گھنڈیوں اور ہونٹوں پر مشک رکھ لے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس طرح کرنے پر جوجن اس پر سوار ہے اس کے ساتھ جماع نہیں کر سکے گا اور کہتا ہے کہ یہ خود اس کا مجرب طریقہ ہے جو تجربے سے ثابت شدہ ہے، کیا اس کا یہ کرنا درست ہے؟ آپ ہمیں مستفید فرمائیں۔ اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔

جواب: ...جادو ایک حقیقت ہے مگر اذن الٰہی کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، اور ساری ہی چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ واقع ہوتی ہیں نہ نقصان پہنچاتی ہیں۔ اور ان کا ۔یعنی جادو، نظر اور زہریلی چیزوں کے ڈنک کا۔ سب سے موثر علاج قرآن وسنت سے رقیہ شرعیہ کرنا ہے؛ بشرطیکہ صدق واخلاص متوفر ہو؛ کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کے پاس اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر بھروسہ ہی نہیں ہوتا ہے، ممکن ہے اس کے یہاں ۔معاذ اللہ۔ کچھ بدظنی اور بدگمانی بھی پائی جاتی ہو، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ راقی (جھاڑ پھونک کرنے والا) خود ہی دجال کذاب ہو، قرآن کو استعمال ہی میں نہ لاتا ہو، بلکہ دوسرے حیلوں کا سہارا لیتا ہو!

بہت سے لوگ رقیہ کے کام پر لگے ہوئے ہیں، اس کے لئے خود کو خاص کر لیا ہے، اپنا اعلان دیتے رہتے ہیں اور ان کے متعلق اس بات کی نشر واشاعت ہوتی رہتی ہے کہ ماشاء اللہ! جناب راقی ہیں!!

بہت سے لوگوں نے خود کو رقیہ (جھاڑ پھونک) اسپیشلسٹ بنا لیا ہے، وہ لوگ خود کو اس کام کے لئے مخصوص ومتعین کر کے اپنے متعلق اعلان کرتے ہیں اور ان کے متعلق شہرت دی جاتی ہے کہ صاحب ماشاء اللہ راقی ہیں!! یہ شعبدہ بازی، دجل وفریب اور عیاری کے کاموں میں سے ہے، اور لوگوں کا مال باطل کے ساتھ کھانے کے زمرے میں آتا ہے، ایسے افراد لوگوں کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتے، ان کا اعتماد زیادہ تر حیلوں پر ہوتا ہے، یہ کھوکھلا اسلوب ہے!!

ذرا دیکھو تو سہی یہ کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک عورت آتی ہے، دوسری آتی ہے، تیسری آتی ہے! اور وہ ایسے خسیس انداز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: اپنی آگے کی شرمگاہ پر رکھ لو.. پیچھے کی شرمگاہ پر رکھ لو!! بدخلق کہیں کا! یہ برباد شخص ہے! میں اس شخص کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرے اور رقیہ بازی چھوڑ دے۔

کوئی بھی مسلم مخلص ہو صادق ہو نیکی اور تقوی سے موصوف ہو رقیہ کر دے، مگر خود کو رقیہ اسپیشلسٹ نہ بنائے، لوگوں میں یہ اعلان نہ کرے کہ وہ راقی (دم جھاڑا کرنے والا) ہے اور اس کے پاس دور اور نزدیک سے آنے والے مردوں عورتوں کا جمگھٹا لگا رہے، یہ ہرگز مشروع نہیں ہے رسول نے اس طرح اپنا تقرر نہیں کیا تھا وہ اپنا بھی رقیہ کرتے تھے اور ضرورت پڑنے پر دوسروں کا بھی، مگر آدمی خود کو اس کام کے لئے مخصوص کر لے اور

۔منصب افتا کی طرح۔منصب رقیہ پر فائز ہوجائے تو یہ سراسر غلط ہے، بالخصوص جبکہ وہ اس طرح کے اسلوبوں کا سہارا لیتا ہو جن سے سوءِ قصد وارادہ اور حماقت کا پتہ چلتا ہے۔

اے بھائی! علاج کرو مگر تکلف نہ کرو (وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ)(ص:۸۶) میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ رسول نے آپ کو قرآن سے رقیہ بتایا ہے، سنت سے رقیہ بتایا ہے، سب معاملے اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہیں، بس آپ مشروع سبب کو کام میں لائیں، حیلوں اور قبیح تجربوں اور کھوکھلی باتوں کا سہارا نہ لیں۔

رسول کی سچی اتباع یہی ہے کہ تم بھی ویسا ہی کرو جیسا رسول نے کیا ہے اور جس طور کیا ہے، اس میں کچھ تبدیلی نہ کرو، نہ کیفیت میں، نہ صفت میں نہ اور کسی چیز میں، ویسا ہی کرو جیسا انھوں نے کیا ہے، نماز پڑھو رسول کی نماز کی طرح، حج کرو رسول کے حج کی طرح، اور جیسا کہ تم ہر چیز میں ان کی پیروی کرتے ہو، اور انہیں کے عمل جیسا عمل کرتے ہو۔ جہاں تک اس باب میں۔یعنی رقیہ کے باب میں۔ایجادات اور اس طرح کے کام کرنے کا معاملہ ہے تو اس میں کوئی لزوم نہیں ہے۔ جب قرآن سے آپ کے رقیہ نے فائدہ نہ دیا، آپ نے قرآن سے رقیہ کیا نفع نہیں ہوا، سنت سے رقیہ کیا فائدہ نہیں ہوا؛ ہوسکتا ہے جس کا رقیہ کیا جارہا ہے اس میں کچھ خلل ہو، یا کوئی ایسی بات ہو جو اللہ تعالیٰ کی مشیئت اور ارادے کے تحت آتی ہو، پھر آپ کو دوسرے وسائل کی طرف جانے کی کیا ضرورت ہے، کیوں آپ دوسری چیزیں ایجاد کررہے ہیں؟! کس نے آپ کو مکلف کیا؟ آخر مال کی محبت شہرت کی چاہت اور کھوکھلی باتوں کے سوا اس کے پیچھے اور کونسا جذبہ کارفرما ہے؟! میں کسی کو جھاڑ پھونک نہیں کرتا ہوں اور انہیں لوگوں کے کرتوتوں کی وجہ سے رقیہ کو ناپسند کرنے لگا ہوں جنھوں نے لوگوں کا مال کھانے کے لئے خود کو رقیہ اسپیشلسٹ بنا رکھا ہے اور اس طرح کے اسلوبوں اور حیلوں کا سہارا لیتے ہیں!!

اگر یہ شخص سلفی ہے تو میں اسے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اللہ عزوجل سے ڈرے اور شہرت طلبی سے کنارہ کش ہوجائے اور رقیہ کے لئے خود کو متعین ومخصوص نہ کرے، اس طریقے سے منہ موڑ لے۔آپ مسلمانوں میں سے ایک فرد ہیں، کسی انسان کو آپ کی ضرورت ہوتی ہے تو شرعی طریقے سے اس کا رقیہ کردیجئے، بس اتنا کافی ہے، اس کے بعد دوسروں کو موقع دیجئے، رقیہ کے ذخیرہ اندوز نہ بنیں، ۔اللہ آپ کو برکتوں سے نوازے۔ یہ ذخیرہ اندوزی بدنیتی کی دلیل ہے۔معاشرے میں آپ سے افضل لوگ موجود ہیں، اور ان کی دعائیں آپ کی دعاؤں سے زیادہ قبول ہوتی ہیں؛ پھر آپ اس منصب پر کنڈلی مار کر کیوں بیٹھ رہیں اور اس طرح کے وسائل کا سہارا لیں؟! میں ان صاحب کو نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں، سبیل المؤمنین کی پیروی کریں اور رسول علیہ الصلاۃ والسلام کی سنتوں کی اتباع کریں، خود کو رقیہ کے منصب پر فائز نہ کریں، ان چیزوں کا تکلف نہ کریں اور دوسروں کو بھی موقع فراہم کریں، جس مسلمان کے اندر خیر ہو تقویٰ ہو اس کی دعا کی قبولیت متوقع ہے، جب وہ قرآن پڑھے، دعا کرے تو اسے قبولیت حاصل ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرے گا، اور اس کے سبب سے۔اس کے اخلاص وصدق کے سبب سے۔اور اس مریض کی شفا کے لئے اس کے اختیار کردہ شرعی وسیلہ کے سبب سے اللہ تعالیٰ شفا دے دے گا۔

وفق الله الجميع لما يحب ويرضى وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وسلم.

(اسئلة مهمة حول الرقية والرقاة)

مجدد عصر محدث دوراں فقیہ زمانہ علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ سے سوال ہوا:

سوال: ہمارے یہاں ایک رواج یہ ہو چلا ہے کہ انسانوں کے اندر سے جنوں کو نکالا جاتا ہے، اور جو برادران انسانوں کے اندر سے جنوں کو نکالتے ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ بھی ایک قسم کا دعوتی کام ہے، یہ چلن ہمارے یمن میں کافی عام ہوتا جا رہا ہے، اس صورت حال پر آپ کا تبصرہ کیا ہے؟

جواب: یہ چیز یہاں بھی ہے اور ہر جگہ ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس زمانے میں اسلامی ممالک کی ایک نئی بلا ہے جس سے مسلمان آزمائش میں پڑ گئے ہیں۔ اس ضمن میں اصل اللہ تعالیٰ کا جنوں کے متعلق یہ ارشاد گرامی ہے کہ: (وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡهُمۡ رَهَقًا) (الجن:٦) بات یہ ہے کہ چند انسان کچھ جنوں سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔

(یعنی جب جنات نے یہ دیکھا کہ انسان ہم سے ڈرتے ہیں اور ہماری پناہ طلب کرتے ہیں تو ان کی سرکشی اور تکبر میں اضافہ ہو گیا۔)

جنات سے اس طریقے پر رابطہ کرنا جس میں سے تھوڑا بہت تم نے بیان کیا ہے شرعی طور پر جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ کہانت ہے، اس سلسلے میں رسول علیہ السلام سے کل بات جو ثابت ہے وہ محض یہی ہے کہ انھوں نے جنات زدہ پر بعض قرآنی آیات کی تلاوت کی تھی۔ مگر ان کے دعوے کے مطابق جادو کا پتہ چلانے، اس کی جگہ معلوم کرنے اور جادو کرنے والے کا پتہ چلانے کے لئے جنوں کو مخاطب کرنا، ان سے کچھ پوچھنا، ان سے استعانت کرنا (یعنی کسی بھی طرح کی مدد لینا)..إلی آخرہ، یہ سب کہانت میں داخل ہے جو ناجائز ہے، اور اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے بہت سی صحیح احادیث میں فرمایا ہے کہ: ''من أتى كاهنا فصدقه بما يقول فقد كفر بما أنزل على محمد'' جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد (ﷺ) پر نازل کردہ باتوں کا انکار کیا'' چنانچہ یہ انسانی قرین جو جنات سے کوئی بات پوچھتا ہے اور اس کے جواب کی تصدیق کرتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل ہو جاتا ہے، اسی طرح سے جو شخص اس کے پاس جاتا ہے اور اس سے مدد لیتا ہے تو وہ بھی اس وعید میں شامل ہو جاتا ہے۔ مطلق طور پر یہ پیشہ اختیار کرنا درست نہیں ہے، بس بہت بہت تنگ دائرے میں اس کی اجازت ہے، اور وہ یہ ہے کہ آسیب زدہ پر قرآن کی کچھ آیتیں پڑھ دی جائیں، ممکن ہے اس پر سوار ہونے والا جن نکل جائے، مگر سین وجیم..اور آخری تفصیلات تک جو کچھ ہوتا ہے، وہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ اور یہی آپ کا آخری سوال ہونا چاہئے۔ (الهدى والنور (۲،۳۱..۰۰٫۵۹۰-موسوعة الالباني في العقيدة: ۳/۱۰۵۲)

اس سلسلے میں علماء کے فتاوے اور ان کے تجربات بے شمار ہیں اور شیطانوں کا انسانوں سے کھیلنا بالخصوص جب وہ جاہل ہوں مشہور ومعروف ہے جبکہ بسا اوقات علمائے کرام بھی اس مسئلے میں غچہ کھا جاتے ہیں۔ حیدرآباد کے ایک رقیہ باز نے جسے علم کی ہوا بھی نہیں لگی مگر آج وہ اس میدان میں پیران پیر بنا ہوا ہے مجھ سے ایک دفعہ بیان کیا کہ اس نے ایک ایسی عورت کا علاج کیا جس کے پاس ناگ سانپ آتا تھا اور لوگوں کے درمیان سے گزرتا ہوا اس کے پاس جاتا

اوراس کی چھاتی میں منہ لگا کر دودھ پیتا تھا اور اس طرح کی بہت سی دیومالائی داستانیں اس کے پاس تھیں، شیطانوں کی قوت سے مرعوب ہوجانے اوران کی حیثیت سے زیادہ انہیں اہمیت دینے کی وجہ سے وہ کھیل کھیلتے ہیں اور انسان اگر اللہ سے دور ہو اور اس پر توکل نہ رکھتا ہوتو پھر بہت سے تماشے ہوتے ہیں، اللہ کرے میری کتاب جو امام مہدی کے موضوع پر ہے جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اور لوگوں کے ہاتھوں میں چلی جائے اس میں انسانوں کے ساتھ شیطانوں کے تلاعب اور بے شمار لوگوں کے گمراہ ہونے کے بہت سارے واقعات پیش کئے گئے ہیں جو قابل عبرت ہیں۔آج کے بعض اہل علم بھی ان جاہل رقیہ بازوں سے متاثر ہوکر انہیں تزکیہ عنایت فرماتے ہیں، ایک صاحب جو بڑے محقق رہ چکے ہیں اور جو ہمارے نزدیک بڑے محترم اور قابل قدر بھی ہیں انھوں نے اپنے قریبی ایک راقی کو اپنے گاؤں کا سفر کرایا تو جھاڑ پھونک کے لئے اعلان عام کرادیا، خود انہیں کے بیان کے مطابق ایسا لگا کہ پورا گاؤں اور پورا علاقہ آسیب زدہ ہوگیا ہے اور اس راقی کے عمل سے حیرت انگیز صورت حال پیش آتی رہی۔اسی طرح ممبئی میں ایک دعوہ سنٹر کے ذمہ دار نے ایک راقی سے تعلقات بڑھانا شروع کئے اور اپنے سنٹر کی طرف متوجہ کرنے کے لئے یا ان کے بیان کے مطابق دعوتی مقاصد کے تحت رقیہ کا کیمپ لگانے کا ارادہ کیا تو ہم نے اور مولانا عبدالسلام صاحب سلفی نے بھی انہیں نصیحت کی کہ یہ کام نہ کریں کیونکہ سلف میں کسی نے ایسا نہیں کیا ہے اور اگر مقصد نیک ہوتو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ہر وسیلے کو وجہ جواز فراہم ہوجائے، مگر وہ نہیں مانے مگر جب انہوں نے فتنوں کا براہ راست تجربہ کرلیا اور خود ایک قسم کی بلا بن کر وہ شخص ان کے گلے کا پھندا ہوگیا تو بڑی مشکل سے اس سے جان چھڑائی اور خود بخود اس عمل سے باز آگئے اور بعد میں اس بات کا اقرار کیا کہ واقعی اس کام میں بہت فتنہ ہے اور دعوت کے لئے یہ راستہ انتہائی غیر مناسب ہے۔ہاں اس چلن سے اور فتنے تو ایک طرف رہے سب سے بڑی ضرب عقیدہ وفکر پر پڑتی ہے اور پورا معاشرہ توہم پرستی کا شکار ہوجاتا ہے، کوکن میں ایک رقیہ سنٹر کھلا ہے، ایک صاحب بیان کرنے لگے کہ وہاں کے کچھ لوگوں کا حال یہ ہے کہ بعض دفعہ جب دو تین دن سے زیادہ ان میں سے کسی کو سردی بخار یا کوئی معمولی پریشانی رہتی ہے تو فوراً آسیب کے توہم سے رقیہ سنٹر کا رخ کرتے ہیں۔جبکہ حدیث میں جن ستر ہزار لوگوں کے بے حساب جنت میں جانے کا ذکر ہے ان کے وصف میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ رقیہ نہیں کراتے ہیں۔پھر اس میں رقیہ کرنے والوں کے لئے دوسرے بھی بہت فتنے بھی ہیں۔خود انہیں رقیہ بازوں کی زبانی ہم نے اپنے رقیبوں اور ہم پیشہ حریفوں کے متعلق (جو غیر جماعتی بھی نہیں ہیں) مال اور جنس کے بڑے تماشے اور بڑی کہانیاں سنی ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک معصومیت اور بے لوثی کا اشتہار لئے سامنے آتا ہے اور چرب زبانی تو ان کا خاص وصف ہوتا ہے اس لئے ممکن ہے ان کے سامنے آپ کی سب دلیلیں دھری کی دھری رہ جائیں۔ہم پھر یہی کہیں گے کہ ہمارے دعاۃ خود بھی عقیدہ ومنہج کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں اور دعوت توحید اور اتباع کتاب وسنت کو اپنا سب سے ترجیحی کام بنالیں ان شاء اللہ خود ان کے بھی اور معاشرے کے بھی سارے مسائل حل ہوجائیں گے اور بگڑی بنانے کے لئے کسی غیر شرعی اور مکروہ وسیلے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

چونکہ اداریہ کے لئے مقررہ صفحات کی حد ختم ہوچکی اس لئے ان شاء اللہ باقی فتنوں کا تذکرہ اگلی فرصتوں پر اٹھا رکھتے ہیں۔

❖ ❖ ❖

خصوصی مضمون

جاہ ومرتبہ، شہرت اور سرداری کی خواہش

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

عربی زبان میں: شہرت کے معنیٰ کسی چیز کا عیب ظاہر ہو جانے یعنی فضیحت (بےعزتی) کے ہیں۔

اور اصطلاح میں: ناموری اور لوگوں کے درمیان اچھے تذکرہ کا نام شہرت ہے۔

اور ''جاہ'' کا معنیٰ لوگوں کے دلوں میں مقام ومرتبہ بیٹھ جانا' تاکہ اسے جاہ ومرتبہ والے اپنے اغراض ومقاصد میں استعمال کریں' کیونکہ ایسے لوگوں کے بارے میں عوام کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ علم، عمل اور زہد وورع وغیرہ کے بڑے اعلیٰ اوصاف کے مالک ہیں۔

ریاست یا رئاست: رئیس قوم کے سردار کو کہتے ہیں (إحیاء علوم الدین، ۳/ ۲۹۵، ولسان العرب، والقاموس المحیط، مادہ (شهر) ومادہ (رأس))۔

☆ امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جان لو کہ لوگوں کے معاملات کی تدبیر اور امر ونہی کو منوا لینے کے جذبہ سے شرافت وبلندی کی محبت کا مقصد اگر محض مخلوق پر عظمت وبرتری اور صاحب شرف کا یہ دکھانا ہو کہ لوگ اس کے محتاج اور ضرورتمند ہیں' نیز حاجت براری میں اس کے سامنے نہایت عاجز ومجبور ہیں' تو یہ الوہیت وربوبیت میں اللہ کی مقابلہ آرائی ہے۔ اور بسا اوقات اس قسم کے لوگ عوام کی کسی ضرورت کے موقعہ پر انہیں اس بات پر مجبور کرنے کا سبب بن سکتے ہیں کہ عوام اپنی ضرورتیں اُنہی کے سامنے پیش کریں' اور اُن کے سامنے اپنے آپ کو نہایت محتاج وضرورتمند ثابت کریں' اور پھر وہ اس سے اپنی خوب بڑائی وبرتری اور عظمت وکبریائی ظاہر کریں' جب کہ یہ اللہ ہی کے لائق وزیبا ہے'' (رسالہ ''شرح حدیث 'ما ذئبان جائعان'' از امام ابن رجب رحمہ اللہ، ص (۱۲)، یہ اس موضوع پر ایک قیمتی رسالہ ہے)۔

مزید فرماتے ہیں: ''بڑکپن کی لالچ کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: سربراہی وبادشاہی اور مال کے ذریعہ شرف طلبی، یہ نہایت خطرناک ہے، اور یہ بہت زیادہ عام ہے، دنیا وآخرت کی بھلائی' عز وشرف اور فضیلت سے محروم کر دیتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ} (سورۃ القصص: ۸۳)۔

آخرت کا یہ گھر ہم انہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے، نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں، پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

دوسری قسم: دینی امور مثلاً علم، عمل اور زہد وتقویٰ کے ذریعہ

لوگوں پر برتری اور شرف حاصل کرنا، یہ پہلی قسم سے بھی زیادہ قبیح، اور نہایت خطرناک ہے (مصدر سابق)۔

☆ ارشاد باری ہے:

{لَا تَجْعَل مَعَ اللّٰهِ إِلَهاً آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوماً مَّخْذُولاً} (سورۃ الاسراء: ۲۲)۔

اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرش تو برے حالوں بے کس ہو کر بیٹھ رہے گا۔

علماء کہتے ہیں: اس آیت کریمہ کا منطوق یہ کہتا ہے کہ جو غیر اللہ سے لو لگائے گا اللہ اُسے اُسی کے سپرد کر دے گا، اور وہ اپنے تمام حالات میں مذمت اور بے کسی سے دو چار ہو گا۔ اسی طرح آیت کریمہ کا مفہوم یہ بھی کہتا ہے کہ اللہ کی توحید کا اقرار کرنے والا ہر حال میں محمود، اور اللہ کی نصرت و تائید سے بہرہ ور ہو گا۔

☆ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُونَ عُلُوّاً فِيْ الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ} (سورۃ القصص: ۸۳)۔

آخرت کا یہ گھر ہم انہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے، نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں، پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کے تحت اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اللہ سبحانہ وتعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ دار آخرت اور اس کی لازوال دائمی نعمت اللہ نے اپنے ان تواضع شعار مومن بندوں کے لئے مقدر فرمائی ہے جو روئے زمین میں بلندی یعنی مخلوق الٰہی پر عظمت و برتری، جبر وظلم نیز ان کے مابین فساد کے خواہاں نہ ہوں۔ جیسا کہ امام عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''علوٗ'' کے معنیٰ جبر کے ہیں اور امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''علوٗ'' کے معنیٰ ظلم کے ہیں۔

اور منصور عن مسلم البطین کے واسطہ سے امام سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''علوفی الارض'' کے معنیٰ ناحق تکبر کرنے اور ''فساد'' کے معنیٰ ناحق مال ہڑپ کرنے کے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر آدمی اس بات کی خواہش کرے کہ اس کے جوتے کا تسمہ دوسرے کے تسمہ سے عمدہ رہے تو وہ بھی اللہ کے اس فرمان میں داخل ہے:

{تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُونَ عُلُوّاً فِيْ الْأَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ} (سورۃ القصص: ۸۳)۔

آخرت کا یہ گھر ہم انہی کے لئے مقرر کر دیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے، نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں، پرہیزگاروں کے لئے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

البتہ یہ اس صورت میں مذموم ہے جب اس سے انسان کا مقصد فخر وغرور اور دوسروں پر برتری ہو، لیکن اگر اس کا مقصد محض زیب وزینت ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں'' قدرے تصرف سے بات ختم ہوئی۔

☆ شیخ عبد الرحمن سعدی رحمہ اللہ سابقہ آیت کریمہ کے تحت اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یہ تمام گناہوں کو شامل ہے، کہ جب وہ روئے زمین میں ظلم وفساد کے خواہاں نہیں ہیں، تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے خواہاں اور دار آخرت

کے جویا ہیں' اوران کی حالت یہ ہے کہ وہ بندگان الٰہی کے لئے متواضع اور حق پرستی وعمل صالح کے خوگر ہیں، اور ساتھ ہی آیت کریمہ میں حصر سے معلوم ہوا کہ زمین میں تکبر یا فساد چاہنے والے دار آخرت میں کسی بھی چھوٹے بڑے حصہ ونصیبہ سے محروم ہیں'' قدرے تصرف سے بات ختم ہوئی۔

☆ نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''ما ذئبان جائعان أرسلا في غنمٍ بأفسد من حرص المرء على المال والشرف لدينه''(رواہ الإمام أحمد والنسائی والترمذی وابن حبان فی صحیحہ)(صحیح الجامع، حدیث (۵۶۲۰))۔

بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھیجے گئے دو بھوکے بھیڑیئے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا مال وشرف کا لالچ آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔

اسے امام احمد، نسائی، ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

☆ امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حدیث کا مقصود یہ ہے کہ مال وشرف کی لالچ کا دینی فساد' دو بھیڑیوں کی بکریوں کی ایذا رسانی سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ غرور وتکبر اور اکڑپن کی یہ خصلت اپنے موصوف کو ورغلاتی اور اس کی ضرر رسانی کا سامان کرتی ہے، اس لئے کہ یہ صفت 'علو فی الارض' اور 'فساد' جیسی شرعاً مذموم خصلتوں کو دعوت دینے کے سبب مذموم ہے''۔

حکیم فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اس امت میں لالچ رکھی ہے' لیکن مومنوں کی لالچ کو توحید ویقین کا لگام لگا دیا ہے' اور حرص ولالچ کے تعلقات کو انوار وتجلیات الٰہی کے ذریعہ کاٹ دیا ہے، لہٰذا جسے جس قدر یقین اور انوار الٰہی کا حصہ ملا ہوگا' اس کی لالچ اتنی ہی زیادہ پابند حکم الٰہی ہوگی۔ انسان کو حرص کی ضرورت تو ہے لیکن ایک مناسب ومحدود دائرہ میں، لیکن اگر آدمی کے حرص کو گرہ نہ لگایا جائے' اس کا طوفان بپا ہوئے نفس اس قدر آمادہ کرے کہ حد ضرورت سے تجاوز کر جائے' تو نقصان دہ ہوگا'' (فیض القدیر، از امام مناوی، ۵/۴۴۶)۔

☆ نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''من لبس ثوب شهرة ألبسه الله ثوباً مثله، ثم يلهب فيه النار''۔

جو شہرت کا لباس پہنے گا' اللہ تعالیٰ اسے ویسا ہی لباس پہنائے گا، پھر اُسی میں آگ بھڑکائے گا۔

اور ایک روایت میں ہے:

''ألبسه الله ثوب مذلة يوم القيامة''(اسے امام ابوداود اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع، حدیث (۶۵۲۶))۔

یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے ذلت ورسوائی کا لباس پہنائے گا۔

☆ امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی قیامت کے اس عظیم ترین مجمع میں ذلت ورسوائی اُس سے اسی طرح وابستہ رہے گی جس طرح جسم سے کپڑا لگا رہتا ہے، اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ اُسے دل ونگاہ میں ذلیل وحقیر بنا دے گا۔ چونکہ اُس نے دوسروں پر فخر وغرور کے لئے دنیا کی خواہش زیب تن کی تھی' اس لئے اللہ تعالیٰ اُسے اسی طرح کا لباس پہنائے گا پھر بعینہ اس کے عمل کے برعکس عذاب کے لئے اس میں آگ بھڑکائے گا، اور جزاء وبدلہ عمل ہی کے جنس کا ہوا کرتا ہے' اس طرح اللہ تعالیٰ اسے

ذلیل وخوار کردے گا'' (فیض القدیر، ۶/ ۲۱۹)۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"من طلب العلم ليماري به السفهاء أو يجاري به العلماء ويصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله في النار" (اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے، صحیح الجامع، حدیث (۶۳۸۳))۔

جو کم عقلوں سے لڑائی یا علماء سے مقابلہ آرائی' یا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کردے گا۔

☆ امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو عمل، علم اور زہد وتقویٰ سے مخلوق پر سرداری و برتری چاہے' اور یہ کہ لوگ اس کے تابع ہو جائیں' اس کی ماتحتی اختیار کریں اور اس کے سامنے حاضری دیں، اس طرح وہ علماء پر بلندی و برتری کے لئے لوگوں کے سامنے اپنی علم دانی وغیرہ ظاہر کرے' تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے' کیونکہ خلق الٰہی پر تکبر بذات خود حرام ہے' اور اگر اس میں مال و دولت اور سلطنت جیسے دنیوی وسائل کے استعمال کے بجائے اخروی وسیلہ اپنایا جائے تو یہ اور زیادہ گھناؤنا اور قبیح تر ہے'' (رسالہ ''شرح حدیث' ماذئبان جائعان''، ص (۱۸))۔

☆ اور رسول گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إنكم ستحرصون على الإمارة، و ستكون ندامة يوم القيامة، فنعمت المرضعة وبئست الفاطمة" (رواہ البخاری)۔

تم امارت وسرداری کی خواہش کروگے' اور وہ قیامت کے روز ندامت کا سبب ہوگی' کیا خوب ہے دودھ پلانے والی اور کیا ہی بُری ہے دودھ چھڑانے والی۔

☆ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''داوودی فرماتے ہیں: کیا خوب ہے دودھ پلانے والی، یعنی دنیا میں، اور کیا ہی بُری ہے دودھ چھڑانے والی یعنی مرنے کے بعد، کیونکہ موت حساب وکتاب کا سبب ہے' چنانچہ اس کی مثال ایسی ہی جیسے شکم سیر ہونے سے پہلے کسی کا دودھ چھڑا دیا جائے تو وہ ہلاک ہوکر رہ جائے۔

اور دوسرے لوگ کہتے ہیں: کیا خوب دودھ پلانے والی ہے' یعنی اس لئے کہ اس وقت انسان کو جاہ ومرتبہ' مال ودولت' اثر ورسوخ اور ظاہری و باطنی لذتیں میسر تھیں۔ اور کیا ہی بُری ہے دودھ چھڑانے والی، یعنی موت یا کسی اور وجہ سے اُن چیزوں سے محرومی اور اسی طرح آخرت میں اُس کے سبب پیش آنے والی ذلت و رسوائی وغیرہ کا سامنا کرنا ہوگا'' (فتح الباری، ۱۲۶/۳)۔

☆ شہرت، جاہ ومرتبہ اور سرداری طلب کرنے کی مذمت کے سلسلہ میں سلف صالحین رحمہم اللہ سے منقول چند آثار واقوال:

☆ عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے مروی ہے' بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا: شہرت سے بچو، کیونکہ میں جس کے پاس بھی آیا' اُس نے مجھے شہرت سے منع کیا'' (حلیۃ الاولیاء، ۷/ ۲۳)۔

☆ ابراہیم وحسن رحمہما اللہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں: ''آدمی کی برائی کے لئے یہی کافی ہے کہ کسی دینی یا دنیوی مسئلہ میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے' سوائے اس کے جسے اللہ محفوظ رکھے'' (حلیۃ الاولیاء، ۴/ ۲۴۲)۔

☆ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے کسی بھائی کو لکھا: ''دیکھنا! مقام ومرتبہ کی خواہش نہ کرنا، کیونکہ اس سے بے رغبتی دنیا کی بے رغبتی سے بھی زیادہ سخت ہے'' (حلیۃ الاولیاء، ۶/ ۳۸۷)۔

☆ بشر بن الحارث رحمہ اللہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ''میں یہی جانتا ہوں کہ جس نے بھی شہرت چاہا' بے دین ہو کر ذلیل وخوار ہو گیا'' (حلیۃ الاولیاء، ۸/ ۳۴۳)۔

☆ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اے عرب کے بقیہ لوگو! مجھے تم پر سب سے زیادہ جس بات کا خوف ہے' وہ ریا کاری اور پوشیدہ خواہش ہے''۔

امام ابو دود سجستانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ''پوشیدہ خواہش'' کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: ریاست وسرداری کی چاہت! یہ لوگوں سے پوشیدہ ہوتی ہے اور اکثر وبیشتر خود صاحب واقعہ سے بھی پوشیدہ رہتی ہے'' (فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۶/ ۳۴۶)۔

☆ غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جان لو کہ جس کے دل پر جاہ ومرتبہ کی محبت غالب ہوگی' اسے صرف اس بات کی فکر ہوگی کہ مخلوق کو دکھانے اور ان کی محبت و پذیرائی کے حصول کے لئے ان کی بھرپور رعایت کرے، اور اپنے تمام اقوال و افعال میں اس پر صرف یہی دھن سوار ہوگی کہ لوگوں کی نگاہ میں اس کا مقام ومرتبہ کیسے بڑھے؟ اور یہ نفاق کی بیج اور فساد کی جڑ ہے، اور اس کا انجام لامحالہ عبادات میں تساہل' ریاکاری اور لوگوں کے دلوں کو جیتنے کے لئے ممنوعات ومحرمات کے ارتکاب کی شکل میں ظاہر ہوگا، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال و شرف کی محبت اور اس کی واہی تباہی کو دو خونخوار بھیڑیوں سے تشبیہ دیا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: ''إنہ ینبت النفاق کما ینبت الماء البقل'' (کہ یہ چیز اسی طرح نفاق پیدا کرتی ہے جس طرح پانی سبز گھاس اگاتا ہے)، کیونکہ نفاق قول وکردار میں ظاہر وباطن کے تضاد کا نام ہے، اور ہر شخص جو لوگوں کے دلوں میں مقام ومرتبہ کا خواہاں ہوگا' وہ اُن کے ساتھ منافقت اور بظاہر اپنے آپ کو ان کے سامنے اچھے اخلاق وکردار کا حامل ثابت کرنا چاہے گا' حالانکہ درحقیقت وہ ان اوصاف سے عاری ہوگا، اور یہی عین نفاق ہے!'' (إحیاء علوم الدین، ۳/ ۳۰۴)۔

☆ سابقہ باتوں سے واضح ہوا کہ جاہ ومرتبہ' شہرت اور سرداری کی محبت ایک ایسا مقصد ہے جو کمال توحید کے منافی، اخلاص کے متصادم اور دل کو اللہ عزوجل اور دار آخرت کی چاہت سے جاہ وشرف اور شہرت طلبی کی طرف اور اللہ کی تعظیم سے دنیا اور دنیا داروں کی تعظیم کی طرف مائل کرنے والا ہے' جبکہ نہ تو مخلوق کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہی انہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ} (سورۃ البینۃ:۵)۔

انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم حنیف کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں' اور زکاۃ دیتے رہیں' یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔

جاہ ومنزلت، شہرت اور ریاست طلبی کی چند مثالیں:

۱۔ مدح وستائش کی خواہش اور اس کے حصول پر مسرت اور عدم حصول پر رنج وملال۔

۲۔ منصب طلبی اور اس میں مقابلہ آرائی، خواہ اس کے لئے بعض محرمات کا ارتکاب اور بعض واجبات کو ترک ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔

۳۔ ڈاکٹر، شیخ اور استاذ وغیرہ القاب وآداب کی خواہش، اور اس کے بغیر نام لئے جانے پر ناراضگی کا اظہار۔

۴۔ قربت کی غرض سے بادشاہوں اور بڑے عہدیداروں کے پاس بکثرت آنا جانا۔

۵۔ انسان کا اس بات کی خواہش کہ اس کی اطاعت کی جائے، نافرمانی نہ کی جائے، اسی طرح اس کا حکم نافذ ہو، رد نہ کیا جائے، اور بلامناقشہ اس کی رائے تسلیم کر لی جائے۔

۶۔ انسان کا اس بات کی خواہش کہ لوگ اس کی جی حضوری کریں، مانگیں، اپنی ضرورتیں پیش کریں، اور انہیں اپنی طرف مائل کرے، خواہ وہ دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبت، عبادت گزار اور صاحب علم ہی کیوں نہ ہو۔

۷۔ اس بات کی خواہش کہ لوگ اس کی تعظیم کریں، اس کی پیشانی اور ہاتھ چومیں، اور اس کے پیچھے پیچھے چلیں۔

۸۔ فتویٰ دہی کی جرأت، اس کی خواہش اور اس کا بکثرت اجراء۔

۹۔ مجلس کی سربراہی وصدارت اور کثرت افراد وحلقۂ طلاب کی خواہش، اور مخالفین پر طعن وتشنیع۔

☆ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے اکثر علماء کو دیکھا ہے کہ وہ علم کی شکل وصورت اور ظاہری ہیئت کے چکروں میں پھنسے ہوئے ہیں، چنانچہ ایک فقیہ تدریس میں فکرمند ہے، ایک واعظ اپنی وعظ کے بارے میں فکرمند ہے، یہ اپنے درس کا اہتمام کرتا ہے اور کثرت سامعین سے خوش ہوتا ہے اور اپنے مخالف کی بات پر نکتہ چینی کرتا ہے، اس کا سارا وقت تعارض و تناقض والے مسائل کی فکر میں ضائع ہوجاتا ہے تاکہ وہ اپنے مخالف کو زیر کر سکے، صدارت وسربراہی اور مجلسوں میں بلندی کا حصول ہی اس کا نصب العین ہے۔

بسا اوقات اس کا ہدف محض دنیوی ساز و سامان بٹورنا اور شاہان وسلاطین کی صحبت وہم نشینی اختیار کرنا ہوتا ہے۔

اور واعظ کو صرف اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اس کی بات با اثر کیسے ہو؟ اس کے حاضرین کی تعداد کیسے بڑھے؟ اور اپنی تعظیم پر لوگوں کے دلوں کو کیسے کھینچے؟ لہٰذا اگر کوئی اسی جیسا مشغلہ اپناتا ہے تو وہ اس پر طعنہ کرنے لگتا ہے۔

یقیناً یہ اللہ عزوجل سے غافل دل ہیں، کیونکہ اگر ان دلوں میں اللہ کی معرفت ہوتی تو یہ اس میں مشغول رہتے، اس کی مناجات سے انہیں انس وفرحت ہوتی اور وہ اللہ کی اطاعت کو ترجیح دیتے'' (صید الخاطر، ص (۳۳۵))۔

میں کہتا ہوں: آج کے اس دور میں ہم کیا کہیں گے، جس میں اپنی ذات اور اپنی گروہ کی طرف دعوت دینے والوں کی کثرت ہوگئی ہے اور علم وبصیرت کی روشنی میں اللہ کی طرف بلانے والے بہت ہی کم رہ گئے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو معاف فرمائے اور ہمیں بحسن وخوبی اپنی طرف لوٹا دے۔

❖ ❖ ❖

اللہ تعالیٰ عرش پر ہے ہر جگہ نہیں

محمد مقیم فیضی

صفات باری تعالیٰ کے متعلق مختلف آراء کے حامل فرقوں کا تعارف

اللہ تعالیٰ کے علو وفوقیت کا مسئلہ چونکہ اسماء وصفات سے متعلق ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں مختلف آراء کے حامل فرقوں کا ہلکا سا تعارف کرادیا جائے جس سے اختلاف کے وجوہات کو بھی سمجھنے میں ان شاء اللہ آسانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے متعلق بنیادی طور پر تین گروہ ہیں:

(۱) اہل سنت والجماعت۔

(۲) مُعَطِّلَه (اسماء وصفات میں کسی بھی درجے میں تعطیل کے قائلین)۔

(۳) مُشَبِّهَه (جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں)

اہل سنت والجماعت

اہل سنت والجماعۃ سے مقصود صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور پورے دین میں انہیں کی راہ چلنے والے اور انہیں کے منہج ومسلک پر گامزن ائمہ ھدی اور ان کی سچی اقتدا کرنے والے تمام افراد امت ہیں۔

اس معنی کے اعتبار سے اہل بدعت اور اہل اہواء کے تمام فرقے اور مسالک اہل سنت والجماعت کی تعریف سے باہر ہوجاتے ہیں۔ اس اصطلاح میں سنت بدعت کے مقابل اور جماعت فرقت کے مقابل استعمال کی گئی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی (يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ) (آل عمران:۱۰۶) کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ تفسیر مروی ہے کہ ''اہل سنت والجماعت کے چہرے روشن ہوں گے اور اہل بدعت وفرقت کے چہرے سیاہ ہوں گے''۔ (تفسیر ابن کثیر:۱/۳۹۰)

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ علماء کے نزدیک اس اصطلاح کا استعمال دو معنوں کے لئے ہوتا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لفظ اہل سنت سے مراد حسب ذیل ہوتی ہے:

۱۔ یہ ان کے حق میں بولا جاتا ہے جو خلفائے ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم) کی خلافت کا اثبات کرتے ہیں، اس اعتبار سے اس میں روافض کے سوا تمام فرقے داخل ہوجاتے ہیں۔ ①

① (شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ''اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ لوگ -یعنی روافض- تمام بدعتی فرقوں میں سب سے زیادہ قرآن وسنت سے دور ہیں، اسی لئے عوام کے نزدیک وہی سنت کی مخالفت کے ساتھ مشہور ہیں، چنانچہ جمہور عوام سنی کے خلاف صرف رافضی ہی کو جانتے ہیں، اسی لئے جب ان میں سے کوئی یہ کہتا ہے کہ میں سنی ہوں تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ میں رافضی (شیعہ) نہیں ہوں''۔ (مجموع الفتاوی:۳/۳۵۶)

۲۔ اور کبھی اس سے مراد خالص اہل حدیث وسنت ہوتے ہیں، اس وقت اس میں صرف وہی داخل ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات کرتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ: ''قرآن غیر مخلوق ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ آخرت میں دکھائی دے گا،

تقدیر کا اثبات کرتے ہیں، ان کے علاوہ ان اصولوں کو مانتے ہیں جو اہل حدیث وسنت کے یہاں معروف ہیں‘‘۔ (منهاج السنة (۲۔۲۲۱) ط: جامعة الامام محمد بن سعود)

اہل سنت سے یہاں ہماری مراد وہی دوسرا معنی ہے جس کا ذکر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، کیونکہ اہل سنت کے اپنے اصول ہیں جو ان کے درمیان متفق علیہ ہیں اور جن کا بیان انھوں نے اعتقاد کی معروف کتابوں میں کر رکھا ہے۔

اہل سنت والجماعت کے اور بھی کئی نام ہیں، مثلاً: اہل حدیث، اہل اثر، فرقہ ناجیہ، طائفہ منصورہ، سواد اعظم اور الجماعۃ وغیرہ۔

اہل سنت کے قواعد کو حسب ذیل نقطوں میں بیان کیا جاسکتا ہے:

اول: کتاب وسنت کے نصوص کو ضبط کرنا (یعنی وارد شدہ الفاظ ہی میں انہیں حاصل کرنا، پیش کرنا اور محفوظ رکھنا) اور ان کے معانی کی فہم حاصل کرنا۔

دوم: قرآن وحدیث کے معانی کے سلسلے میں صحابہ وتابعین سے ماثور (منقول) فہم کی پابندی کرنا۔ اور اس کی تکمیل حسب ذیل طریقے پر ہوگی:

أ۔ ان میں صحیح وسقیم کے درمیان تمیز کے لئے جدوجہد۔

ب۔ ان کے معانی سے آگاہی اور ان کے فہم کی جدوجہد۔ ①

① (بیان فضل علم السلف علی الخلف لابن رجب (ص ۱۵۰-۱۵۲) اور اصول اعتقاد اہل السنہ للالکائی (۱/ ۱۰۰۹))

سوم: اعتقاد، تفکیر، سلوک اور قول ہر اعتبار سے اسی ثابت شدہ بات پر عمل پیرا ہونا اور استقامت کے ساتھ کاربند رہنا، اور ہر اس چیز سے دور رہنا جو اس کے مخالف ہو اور اس کی نقیض ہو۔

چہارم: زبان اور ہاتھ (یعنی قلم وغیرہ) کے ذریعہ اسی کی دعوت دینا۔ اب جو بھی شخص اعتقاد میں ان قواعد پر عمل پیرا ہوگا اور ان کی پابندی کرے گا وہ باذن اللہ منہج اہل سنت پر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ

یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ اور اس کی اساس بھی بیان کردی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت علو وفوقیت کا تعلق بھی اسی سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے متعلق اہل سنت والجماعت کا اعتقاد اس اساس پر قائم ہے کہ وہ ہر اس صفت پر خواہ وہ اثبات میں ہو خواہ نفی میں ایمان رکھتے ہیں جو قرآن اور سنت صحیحہ کے نصوص سے ثابت ہو، اس اعتبار سے وہ لوگ:

(۱) ہر اس نام سے اللہ تعالیٰ کو موسوم کرتے ہیں جس کا بیان اس نے اپنے لئے اپنی کتاب میں کیا ہے یا وہ نام اس کے رسول ﷺ کی زبانی وارد ہوا ہے، وہ اس میں نہ کوئی اضافہ کرتے ہیں نہ کمی۔

(۲) وہ اللہ عزوجل کے لئے صفات کا اثبات کرتے ہیں اور وہ ہر اس صفت سے اس کو متصف مانتے ہیں جس سے اس نے اپنی کتاب میں خود کو موصوف کیا ہے، یا اس کے رسول ﷺ کی زبانی اس کا کوئی وصف بیان کیا گیا ہے، اس میں وہ نہ کوئی تحریف کرتے ہیں نہ تعطیل نہ تکییف نہ تمثیل۔

● **تحریف:** لغت کے اعتبار سے اس کا معنی تغییر اور تبدیلی ہے اور اسماء وصفات کے باب میں تحریف کا مطلب یہ ہے کہ: اسماء وصفات کے متعلق وارد نصوص کے الفاظ کو بدل دیا جائے یا ان کے معنی کو اللہ تعالیٰ کی مراد سے پھیر دیا جائے۔

● **تعطیل:** لغت کے اعتبار سے یہ خلو (خالی ہونا) فراغ اور ترک سے ماخوذ ہے، اور اسماء وصفات کے باب میں تعطیل کا مطلب یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی نفی کردی جائے یا

ان میں سے کچھ کی نفی کی جائے اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا جائے۔

● **تکییف:** لغت کے اعتبار سے اس کا معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو ایک معین ومعلوم ہیئت پر ڈال دیا جائے۔ اور اللہ کی صفات میں تکییف کا مطلب یہ ہے کہ ان صفات کی کنہہ اور ہیئت پر بحث کی جائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ثابت کیا ہے: مثلاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کے متعلق یہ بحث کی جائے کہ وہ کیسا ہے اور اس کی شکل کیا ہے۔

● **تمثیل:** لغت کے اعتبار سے وہ مثیل سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہمسر ونظیر ہوتا ہے اور اسماء وصفات کے باب میں تمثیل یہ ہے کہ اس بات کا اعتقاد رکھا جائے کہ خالق کی صفات مخلوق کی صفات جیسی ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی ذات سے جن چیزوں کی نفی کی ہے وہ ان تمام کی نفی کرتے ہیں، اسی طرح اس نے اپنے رسول محمد ﷺ کی زبانی جن چیزوں کی نفی کی ہے وہ ان تمام چیزوں کی نفی کرتے ہیں، ساتھ ہی اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کمال کے ساتھ موصوف ہے جو اس امر منفی کی ضد ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت نے اس باب میں قرآن کریم اور سنت صحیحہ کا منہج اپنایا ہے، لہٰذا ہر وہ اسم یا صفت جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے کتاب وسنت صحیحہ میں وارد ہے اور وہ اثبات کے قبیل سے ہے تو ان کے نزدیک اس کا اثبات واجب ہے۔

اور جہاں تک نفی کا معاملہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے تمام قسم کے عیوب ونقائص کی نفی کرتے ہیں جو اس کے کمال کے منافی ہے، ساتھ ہی اس کمال کے ثبوت کا اعتقاد واجب سمجھتے ہیں جو اس منفی کی ضد ہوتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ہم اللہ تعالیٰ کو انہیں صفات سے موصوف کرتے ہیں جن سے خود اس نے اپنے آپ کو موصوف کیا ہے یا اس کے رسول ﷺ نے اسے موصوف کیا ہے، ہم قرآن وسنت سے تجاوز نہیں کرتے ہیں''۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: امت کے سلف اور اس کے ائمہ کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سب اللہ تعالیٰ کو ان اوصاف سے موصوف کرتے ہیں جن سے اس نے خود کو موصوف کیا ہے اور جن سے اس کے رسول ﷺ نے اسے موصوف کیا ہے، اور ان صفات کو وہ بلا تحریف، بلا تعطیل، بلا تکییف اور بلا تمثیل مانتے ہیں، ان کے یہاں اثبات ایسا ہے جس میں کوئی تمثیل نہیں ہوتی اور تنزیہ ایسی ہے جس میں تعطیل نہیں ہوتی، صفات کا اثبات اور مخلوقات سے مماثلت کی نفی پائی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ) اس کے مثل کوئی نہیں ہے۔ اس ارشاد میں ممثلہ (مخلوق سے اللہ کی مثال دینے والوں) کی تردید ہے۔ (وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ) (الشوریٰ: ۱۱) اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس ارشاد میں مُعَطِّلَه (اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کرنے والوں کی تردید ہے۔

صفات کے متعلق ان کا اعتقاد دو اصولوں پر مبنی ہے:

اول: اللہ سبحانہ وتعالیٰ مطلق طور پر صفات نقص سے منزہ ہے، مثلاً: اونگھ، نیند، عاجزی اور جہالت وغیرہ۔

دوم: وہ اپنی صفات میں علی وجہ الاختصاص ایسی صفات کمال سے متصف ہے جن میں کوئی نقص نہیں ہوتا ہے، لہٰذا صفات کی کسی بھی شیئ میں مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز اس کے مماثل نہیں ہے۔ (منہاج السنۃ: ۲/ ۵۲۳)

اللہ تعالیٰ کے اسماء کے متعلق اجمالی طور پر اہل سنت کا عقیدہ حسب ذیل نقاط میں پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔ بلا کسی کمی زیادتی کے ان اسماء حسنیٰ کے ثبوت پر ایمان جو قرآن اور سنت صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں۔

۲۔ اس بات پر ایمان کہ اپنا نام خود اللہ تعالیٰ ہی رکھتا ہے، اور اس کی مخلوقات میں سے کوئی بھی اس کا نام نہیں رکھ سکتا ہے، چنانچہ ان اسماء کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہی بتایا ہے، اور اس کے اسماء اسی کی طرف سے ہیں، اور وہ جہمیہ، معتزلہ، کلابیہ اور اشاعرہ وماتریدیہ کے گمان کے مطابق ''مُحْدَثْ'' (نو ایجاد) اور مخلوق نہیں ہیں۔

۳۔ اس بات پر ایمان کہ یہ اسماء غایت درجہ کمال کے ساتھ معانی پر دلالت کرتے ہیں، چنانچہ یہ اعلام (نام) بھی ہیں اور اوصاف بھی، اور ان جامد اعلام (ناموں) کی طرح نہیں ہیں جنھیں اپنے معانی کا اعتبار کرتے ہوئے وضع نہیں کیا گیا ہے، جیسا کہ معتزلہ کا دعوی ہے۔

۴۔ ان اسماء کے معانی کا احترام کیا جائے اور اس پہلو سے ان کی حرمت کا پاس ولحاظ رکھا جائے، اور اہل کلام کی طرح ان معانی میں تحریف وتعطیل کا کام نہ کیا جائے۔

۵۔ وہ اسماء جن آثار کا تقاضا کرتے ہیں اور ان پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں ان پر ایمان رکھا جائے۔

اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق اہل سنت کا عقیدہ اجمالی طور پر حسب ذیل نقاط میں بیان کیا جا سکتا ہے:

(۱) اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقتاً جیسا کہ اس کے شایان شان ہے ان صفات کا اثبات کیا جائے، اور ان کے ساتھ نفی اور انکار کا معاملہ نہ کیا جائے۔

(۲) اور اس کے ذریعہ اس خاص اسم سے تجاوز نہ کیا جائے جس سے اللہ نے اسے موسوم کیا ہے، بلکہ اسم کا احترام بھی اسی طرح کیا جائے جس طرح صفت کا احترام کیا جاتا ہے، لہٰذا نہ صفت معطل کی جائے نہ اس کے نام کو بدل کر اسے کوئی دوسرا نام دیا جائے۔

جیسا کہ تعطیل کرنے والے جہمیہ اس کے سمع وبصر، قدرت، حیات اور کلام کو اَعْرَاضْ کا نام دیتے ہیں۔

اور اللہ سبحانہ کے چہرے، ہاتھوں اور قدم کو جوارح اور اَبْعَاض کہتے ہیں، اور اس کی حکمت، اور اس کے فعل کی مطلوبہ غایت کو عِلَلْ و أعراض ٹھہراتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ قائم اس کے افعال کے نام: حوادث رکھتے ہیں۔ اور اپنی مخلوق پر اس کے علو (بلند ہونے کو) اور اپنے عرش پر اس کے مستوی ہونے کو: تحیز سے تعبیر کرتے ہیں، اور وحی، عقل، فطرت اور اس کی صفات کی کاریگری کے آثار کی دلالتوں کی نفی کے لئے اس مکر کُبّار (بہت بڑے فریب) پر کار بند رہنے کی ایک دوسرے کو وصیت ونصیحت کرتے رہتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسماء کے حقائق کی نفی کے لئے انہیں ناموں کے ذریعہ تگ ودو کرتے ہیں جو خود انھوں نے اور ان کے باپ دادوں نے رکھے ہیں۔

(۳) مخلوق کے اندر جو صفات پائی جاتی ہیں ان سے انہیں تشبیہ نہ دینا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی نہیں ہے، نہ اس کی ذات میں، نہ صفات میں نہ افعال میں۔

(۴) ان کے کنہہ وکیفیت کے ادراک کی قطعی کوئی امید نہ رکھنا۔ کیونکہ عقل صفت باری تعالیٰ کی کنہہ وکیفیت کی معرفت سے مایوس ہو چکی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ اللہ کیسا ہے، اور سلف کے قول (بلا کیف) کا یہی مطلب ہے، یعنی بلا ایسی کیفیت کے جو بشر کی سمجھ میں آجائے، کیونکہ جو اس کی ذات کی حقیقت و ماہیت نہیں جانتا ہے وہ اس کی نعت وصفات کی کیفیت کس طرح سمجھ سکتا ہے؟ اور یہ چیز نہ ان پر ایمان لانے میں قادح ہے نہ ان کے معانی کی معرفت میں، کیونکہ کیفیت اس کے ماوراء ہے اور کوئی اور ہی چیز ہے''۔

(دیکھئے مدارج السالکین: ۳/۳۵۸-۳۵۹)

(۵) وہ صفات جن آثار کا تقاضا کرتی ہیں اور ان پر جو احکام مرتب ہوتے ہیں ان پر ایمان رکھنا۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں تعطیل کے قائل مُعَطِّلَہ

بنیادی طور پر معطلہ کے دو گروہ ہیں:

۱۔ فلاسفہ. ۲۔ اہل کلام
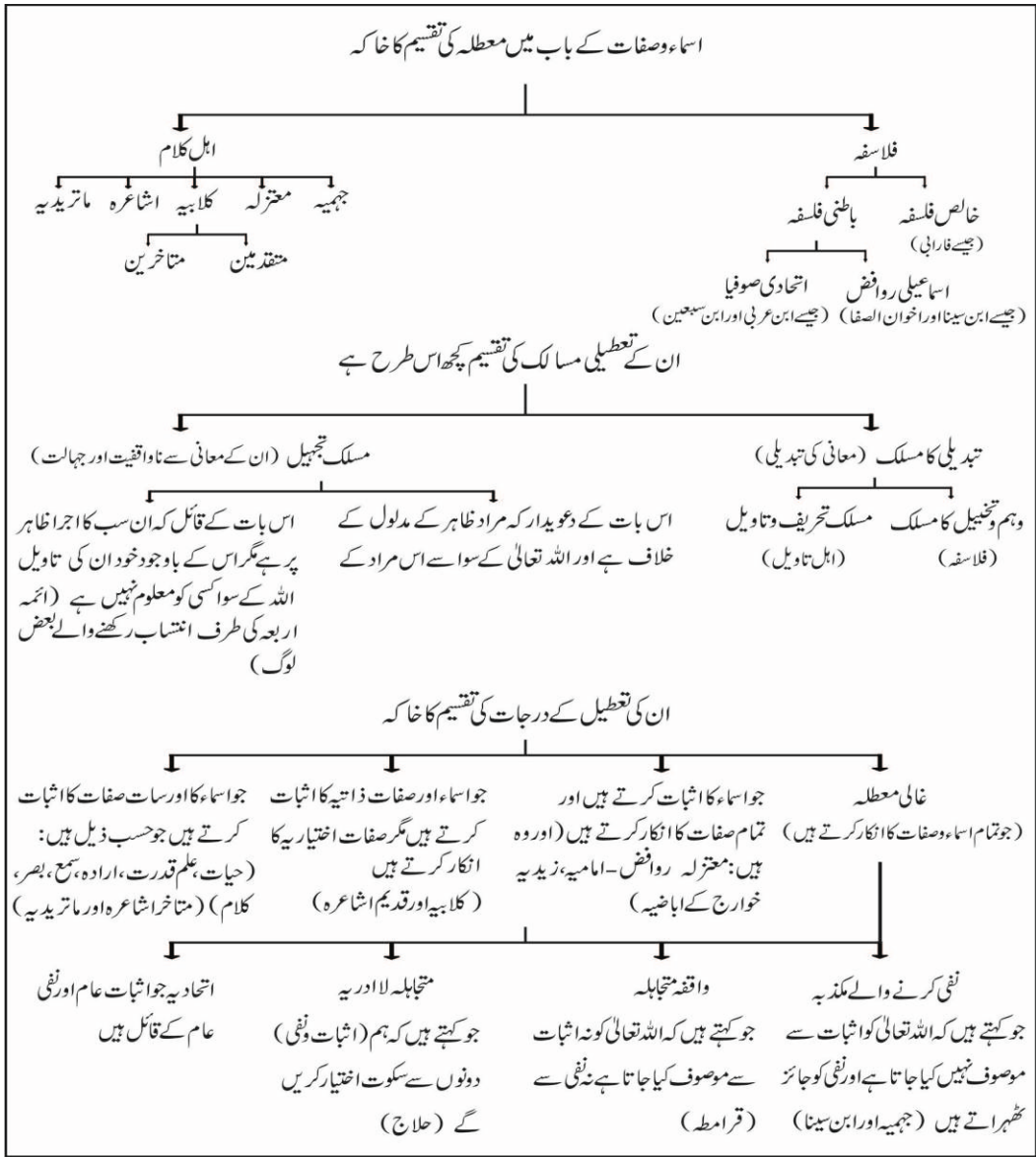
فلاسفہ

''فلاسفہ'' اسم جنس ہے ان پر بولا جاتا ہے جو حکمت کو پسند کرتے ہیں اور اسے ترجیح دیتے ہیں۔

مگر یہ اسم بہت سے لوگوں کے عرف میں انبیاء کے ادیان سے نکل جانے والوں اور اپنے زعم میں صرف عقلی تقاضوں پر چلنے والوں کے ساتھ خاص ہو گیا ہے۔ اور اس سے اخص یہ ہے کہ یہ نام متاخرین کے عرف میں ارسطو کے ماننے والوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، اور یہ خاص طور پر وہ مشائین ہیں جن کے طریقے کو ابن سینا نے مہذب ومقرر کیا ہے اور پھیلایا ہے، متاخرین کے نزدیک یہی معروف ہے بلکہ متاخر متکلمین ان کے سوا کسی اور کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ (اغاثۃ اللھفان: ۲/۲۵۷)

اللہ تعالیٰ پر ان فلاسفہ کا ایمان بس اس کے وجود مطلق پر ہے، یعنی وہ محض ذہن وخیال میں موجود ہے، حقیقت میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے، اور اس مسئلہ کے علاوہ کسی اور چیز پر ان کا اتفاق ہونے میں نہیں آتا ہے، ان کی باتوں میں سب سے سطحی اور فاسد اعتقادی مباحث ہی ہوتے ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: ''الٰھیات میں ان کی کلیات طبیعت کی کلیات سے بھی زیادہ فاسد ہیں، اس باب میں ان کا بیشتر کلام جھوٹے گمانوں سے عبارت ہے چہ جائیکہ ان کا درجہ سچے قضیوں کا ہو''۔ (الرد علی المنطقیین: ص ۱۱۴)

فلاسفہ اللہ تعالیٰ پر (واجب الوجود) کے مسمی کا اطلاق کرتے ہیں، اور ان کے یہاں جو توحید واجب الوجود ہے مجرد اس کا تصور ہی اس کے فساد کے علم یقینی کے لئے کافی ہے۔

ان کے یہاں توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے خالی کر لیا جائے جو اس کے لئے لازم ہیں، چنانچہ نہ اس کے پاس حیات ہے، نہ علم، نہ قدرت نہ کلام، نہ اور کوئی صفت، وہ اس کی جگہ کہتے ہیں کہ: (وہ عاقل ہے، معقول ہے، عقل ہے، لذیذ ہے، ملتذ ہے، لذت ہے، عالم ہے، معلوم ہے علم ہے) اور ان سب کو امور عدمیہ ٹھہرایا ہے۔

اس مسلک کو اختیار کرنے پر انہیں ان کے اس گمان نے مجبور کیا ہے کہ تعدد صفات اللہ تعالیٰ کے حق میں ترکیب کی موجب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قول کا فساد واضح وجلی ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو صفات سے موصوف کیا ہے، اور اس کے رسول ﷺ نے بھی اسے صفات سے موصوف کیا ہے اور وہ سب کتاب وسنت سے نقلاً ثابت ہیں۔

اسی طرح عقل بھی ان کے اس عقیدے اور قول کے فساد کی شہادت دیتی ہے، کیونکہ لغت، شرع اور عقل سلیم کوئی بھی اس بات کی قائل نہیں ہے کہ تعدد صفات موصوف کی ترکیب کی موجب ہے، یہ بات صرف فلاسفہ کے یہاں پائی جاتی ہے۔ (دیکھئے: الرد علی المنطقیین: ص ۳۱۴)

ان کی قبیح باتوں میں سے ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کو نہیں جانتا ہے، چنانچہ قرآن میں بیان کردہ واقعات اور دیگر مخلوقات کے امور تو ایک طرف رہے اللہ تعالیٰ عین موسیٰ، یا عیسیٰ یا محمد علیہم الصلاۃ والسلام کو بھی نہیں جانتا ہے۔

اسی طرح وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ طبعی اعتبار سے فاعل ہے اس کا کوئی کام اختیار سے نہیں ہوتا ہے کیونکہ فاعل بالطبع کا کام متحد ہوتا ہے جبکہ فاعل بالاختیار کے کاموں میں تنوع ہوتا ہے اس طرح انھوں نے انسان کو جو فاعل بالاختیار ہے اللہ سے افضل ٹھہرا دیا ہے جو ان کے گمان کے مطابق فاعل بالطبع ہے۔ جبکہ قرآن وسنت کے نصوص ان کی باتوں کو جگہ بہ جگہ باطل ٹھہراتے ہیں۔

ان کے نزدیک فرشتوں کا بھی کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا ہے وہ بس نبی کے تصور میں آنے والے نورانی اشکال ہوتے ہیں، جنہیں وہ عقول ہی قرار دیتے ہیں۔

نبوت بھی ان کے یہاں کسبی چیز ہے جس کے اندر تین خصوصیتیں ہوں گی وہ نبی ہوسکتا ہے (۱) قوت حدس (۲) قوت تخیل وتخییل (۳) عالم کے ھیولیٰ میں تصرف کے ذریعہ قوت تاثیر۔

یہ خصائص ان کے یہاں اکتساب سے حاصل کئے جاسکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس مسلک پر چلنے والے صوفیا نے بھی نبوت کی طلب کی ہے مثلاً ابن سبعین، ابن ھود اور انہیں کی طرح کے لوگوں نے۔ نبوت ان کے نزدیک ایک کاریگری ہے بلکہ اشرف ترین کاریگری ہے اور اس کا معاملہ سیاست کی طرح ہے، بلکہ اس نبوت کا حصول عوام کی سیاست ہے، اسی لئے ان میں سے بہت سے لوگ اس پر راضی نہیں ہوتے بلکہ کہتے ہیں کہ فلسفہ خواص کی نبوت ہے اور نبوت: عوام کی نبوت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ مبدأ، معاد، صانع اور نبوت کسی چیز کے قائل نہیں ہیں، ان کے نزدیک نہ آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی ہے نہ اللہ نے ان باتوں سے کلام فرمایا ہے، نہ ملائکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر آئے ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ کا دین نسخ اور تبدیلی کے باوجود ان سے بہتر ہے۔ ان کے متعلق کسی طرح کا حسن ظن رکھنا سوائے نادانی کے کچھ نہیں ہے۔

امام ابن تیمیہ، ابن قیم اور دیگر بہت سے ائمہ اسلام نے عقلی ونقلی دلائل سے ان کے اعتقادات اور باطل اقوال کے پرخچے اڑا دئے ہیں اور جھوٹوں کو اچھی طرح ان کے گھر کا راستہ دکھا دیا ہے۔

اہل کلام

اہل کلام نے بھی اپنے بعض اصولوں میں فلاسفہ کی ہمنوائی کی ہے اور ان سے منطقی قواعد اور کلامی مناہج اخذ کئے ہیں اور ان سے حد درجہ متاثر ہیں۔

وہ بھی اپنے زعم میں اعتقادی مسائل کی تقریر میں عقلانی مسلک پر گامزن رہے ہیں۔ اور اگرچہ وہ فلاسفہ کے اس دعوے میں کہ یہ حقائق مجرد وھم وخیال ہیں مخالف رہے ہیں مگر بہت سے غیبی حقائق کی صورت بگاڑنے میں وہ ان کے ہمنوا وہم خیال ہیں، چنانچہ گروہوں کے اختلاف کے باوجود اہل کلام کی کتابوں میں آپ کو مسائل اعتقاد کی تقریر نصوص صحیحہ کی روشنی میں نہیں ملے گی، بجائے اس کہ آپ کو ''اللہ نے فرمایا'' یا ''رسول اللہ'' نے فرمایا یا ''صحابہ'' نے فرمایا پڑھنے کو ملے آپ کو ان کی کتابوں میں ''فضلاء'' نے کہا ''عقلاء'' نے کہا، ''حکماء'' نے کہا پڑھنے کو ملے گا اور ان سے ان کی مراد یونان کے بت پرست فلاسفہ ہوتے ہیں۔ انھوں نے پتہ نہیں اپنے لئے یہ کیسے جائز کرلیا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو چھوڑ کر ان لوگوں کے کلام کو دلیل بنائیں جو نہ اللہ کو جانتے ہیں نہ اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں؟ اہل کلام کی کتابوں کے متعلق آگاہی رکھنے والا یہ بات اچھی طرح جانتا ہے کہ امت مسلمہ کو تباہ کرنے میں ان کا کردار کتنا بڑا رہا ہے، کیونکہ ان کتابوں نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کی صحیح معرفت سے دور کردیا اور اس کی راہ میں دیوار بن کر حائل ہوگئیں جس کی وجہ سے دینی حقائق نگاہوں سے اوجھل ہوگئے اور ان کی جگہ تعطیل وتجہیل اور تخییل نے لے لیا اور اللہ، اس کا رسول اور دین سب مسلمانوں کے نزدیک اجنبی ہوکر رہ گئے۔

اہل کلام سب ایک ہی طرح کے نہیں ہیں بلکہ بھانت بھانت کے ہیں اور ان کی مختلف قسمیں ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) جہمیہ، (۲) معتزلہ، (۳) کلابیہ، (۴) اشاعرہ، (۵) ماتریدیہ، ان پانچوں قسموں کے اپنے اپنے عقلی شبہات کے مطابق جن پر انھوں نے تکیہ کیا ہے مختلف اقوال اور رائیں ہیں۔

(ان شاء اللہ جاری ہے)

بحث وتحقیق

کیا علی رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے قنوت میں بدعا کرنا ثابت ہے؟؟؟

کفایت اللہ سنابلی

امام ابن أبي شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی 235) نے کہا:

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ :أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَعْقِلٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ صَلاةَ الْغَدَاةِ، قَالَ :فَقَنَتَ، فَقَالَ فِي قُنُوتِهِ :اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِمُعَاوِيَةَ وَأَشْيَاعِهِ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَأَشْيَاعِهِ، وَأَبِي الأعور السُّلَمِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ وَأَشْيَاعِهِ.

عبدالرحمن بن معقل کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی اور آپ علیہ السلام نے قنوت کیا اور قنوت میں یہ الفاظ کہے "اے اللہ معاویہ اور اس کے گروہ، عمرو بن العاص اور اس کے گروہ، ابوالسلمی اور عبداللہ بن قیس اور اس کے گروہ کو پکڑ لے ان کو برباد کردے " (مصنف ابن أبي شیبۃ. سلفیۃ: 317 /2)

یہ روایت آج کل بہت پیش جارہی ہے ہماری نظر میں یہ روایت ضعیف ہے

آگے ہم اس کی تفصیل پیش کررہے ہیں۔

علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دو طرق سے مروی ہے:

پہلا طریق : عبداللہ بن معقل

دوسرا طریق : عبدالرحمن بن معقل

۞ پہلا طریق : عبداللہ بن معقل کی روایت

عبداللہ بن معقل سے درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

أبو حصین عثمان بن عاصم

الحکم بن عتیبۃ

سلمۃ بن کھیل

۞ أبو حصین عثمان بن عاصم کی روایت :

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی 310) نے کہا:

حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ، عَنِ ابْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: قَنَتَ بِنَا رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ، عَلِيٌّ وَأَبُو مُوسَى۔

عبداللہ بن معقل روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں دو حضرات نے ہمیں قنوت پڑھائی ایک علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ (تھذیب الآثار 360 /1 واسنادہ صحیح)

۞ الحکم بن عتیبۃ کی روایت :

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی 310) نے کہا:

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ السَّامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ، قَالَ: قَنَتَ بِنَا رَجُلَانِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ، وَأَبُو مُوسَى۔

عبداللہ بن معقل روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کے صحابہ میں دو حضرات نے ہمیں قنوت پڑھائی ایک علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ (تہذیب الآثار 359 /1 واسنادہ صحیح)

۞ سلمۃ بن کھیل کی روایت:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی 211) نے کہا:

عَنْ يَحْيَى، عَنِ الثَّوْرِيِّ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَعْقِلٍ، أَنَّ عَلِيًّا قَنَتَ فِي الْمَغْرِبِ، فَدَعَا عَلَى نَاسٍ وَعَلَى أَشْيَاعِهِمْ، وَقَنَتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ۔

عبداللہ بن معقل روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے

مغرب میں قنوت پڑھی اور کچھ لوگوں اور ان کے پیروکاروں پر بد دعا دی، اور رکوع سے قبل قنوت کیا (المصنف لعبد الرزاق الصنعانی، دار التأصیل: 74 /3 واسنادہ صحیح)

یہ طریق صحیح وثابت ہے۔

اس طریق سے مروی تمام روایات میں سے کسی ایک بھی روایت میں ان لوگوں کا نام مذکور نہیں ہے جن پر علی رضی اللہ عنہ بددعا کر رہے تھے۔

دوسرا طریق: عبد الرحمن بن معقل

عبدالرحمن بن معقل سے درج ذیل لوگوں نے روایت کیا ہے:

سلمہ بن کھیل

أبو الحسن عبید بن الحسن

حصین بن عبد الرحمن السلمی

سلمۃ بن کھیل کی روایت:

امام ابن المنذر رحمہ اللہ (المتوفی 319) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ قَالَ: ثنا عَبْدُ اللهِ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعْقِلٍ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ قَنَتَ فِي الْمَغْرِبِ فَدَعَا عَلَى أُنَاسٍ وَعَلَى أَشْيَاعِهِمْ، وَقَنَتَ بَعْدَ الرَّكْعَةِ

عبدالرحمن بن معقل روایت کرتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مغرب میں قنوت کیا اور کچھ لوگوں اور ان کے پیروکاروں پر بددعا کی اور رکوع کے بعد قنوت کیا (الأوسط لابن المنذر: 210 /5 واسنادہ صحیح)

عبدالرحمن بن معقل کے اس شاگرد کی روایت میں ان لوگوں کا نام مذکور نہیں ہے جن پر علی رضی اللہ عنہ بددعا کر رہے تھے۔

أبو الحسن عبید بن الحسن کی روایت:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی 310) نے کہا:

حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ عُبَيْدٍ أَبِي الْحَسَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَعْقِلٍ، يَقُولُ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَنَتَ

عبدالرحمن بن معقل فرماتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے قنوت پڑھا۔ (تھذیب الآثار للطبری: 360 /1 واخرجه ایضا الطحاوی فی شرح معانی الآثار 251 /1 من طریق ابی داؤد به واخرجه ایضا البیهقی فی سننه 245 /2 من طریق عبید الله بن معاذ عن ابیه عن شعبة نحوه)

عبدالرحمن بن معقل کے اس شاگرد کی روایت میں بھی ان لوگوں کا نام مذکور نہیں ہے جن پر علی رضی اللہ عنہ بددعا کر رہے تھے۔

تنبیہ: یعقوب فسوی نے عبیداللہ بن معاذ کے طریق سے اسی روایت کو نقل کیا تو معاویہ اور ابواعور کا نام ذکر کر دیا (المعرفة والتاریخ للفسوی: 135 /3)

لیکن امام بیہقی کی سنن میں عبیداللہ بن معاذ کی طریق سے یحیی بن محمد الحنائی نے روایت کیا تو انہوں نے کسی کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔ (السنن الکبری للبیهقی، ط الہند: 245 /2)

اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی عبیداللہ بن معاذ ہی کے طریق سے یہ روایت یوں نقل کی ہے:

معاذُ بن معَاذ، نَا شعبةُ، عَن عبيد أبي الْحسن، عَن عبد الله بن معقل، قَالَ " :شهدتُ عليا قنتَ فِي صلاةِ الفجرِ بعدَ الركوعِ، وَيَدْعُو فِي قنوته على خَمْسَة رهطٍ۔

عبدالرحمن بن معقل فرماتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز فجر میں حاضر ہوا تو علی رضی اللہ عنہ نے رکوع کے بعد قنوت کرتے اور پانچ لوگوں کے خلاف بددعا کرتے۔ (تنقیح التحقیق للذھبی: 246 /1)

مزید یہ کہ امام ابوداؤد والے مذکورہ طریق میں بھی کسی کا نام مذکور نہیں ہے۔

اس لئے یہی روایت محفوظ ہے۔

خلاصہ یہ کہ عبداللہ بن معقل سے أبو الحسن عبید بن الحسن کی

روایت میں کسی کے نام کی صراحت ثابت نہیں ہے، اور أبو الحسن عبید بن الحسن بالا جماع ثقہ ہیں بلکہ:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ (المتوفی 463) نے کہا:

اجمعوا علی أنہ ثقة حجة

اہل فن کا اجماع ہے کہ یہ ثقہ اور حجت ہیں (الاستغناء بحوالہ إکمال تہذیب الکمال لمغلطای 84 /9، تہذیب التہذیب لابن حجر، ط الہند: 62 /7)

۞ حصین بن عبد الرحمن السلمی کی روایت:

ان سے کئی لوگوں نے روایت کیا ہے:

☆ **شعبة بن الحجاج**

أبو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی 321) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرَةَ، قَالَ: ثنا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ شُعْبَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي حُصَيْنُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، قَالَ: سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَعْقِلٍ، يَقُولُ: صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ الْمَغْرِبَ فَقَنَتَ وَدَعَا

عبدالرحمن بن معقل روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز مغرب پڑھی تو آپ نے قنوت پڑھا اور دعاء کی (شرح معانی الآثار 252 /1 واسنادہ صحیح)

☆ **شریک بن عبداللہ**

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی 235) نے کہا:

حَدَّثَنَا شَرِيكٌ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَعقِلٍ، قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عَلِيٍّ الْمَغْرِبِ، فَقَنَتَ

عبدالرحمن بن معقل روایت کرتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز مغرب پڑھی تو آپ نے قنوت پڑھا (مصنف ابن أبی شیبۃ۔سلفیۃ: 318 /2 واسنادہ صحیح)

حصین سے روایت کرنے والے ان کے مذکورہ دونوں تلامذہ (یعنی شعبہ اور شریک) یہی روایت نقل کرتے ہیں مگر ان میں کوئی بھی کسی کا نام ذکر نہیں کرتا جس پر علی رضی اللہ عنہ بد دعا کرتے ہیں۔

لیکن حصین کے شاگرد ھشیم نے جب ان سے یہ روایت بیان کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا نام ذکر کر دیا! ملاحظہ ہو:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی 235) نے کہا:

حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَعْقِلٍ، قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ صَلَاةَ الْغَدَاةِ، قَالَ: فَقَنَتَ، فَقَالَ فِي قُنُوتِهِ: اللَّهُمَّ عَلَيْكَ بِمُعَاوِيَةَ وَأَشْيَاعِهِ وَعَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَأَشْيَاعِهِ، وَأَبِي الأعور السُّلَمِيِّ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسٍ وَأَشْيَاعِهِ.

عبدالرحمن بن معقل کہتے ہیں کہ میں نے صبح کی نماز حضرت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پڑھی اور آپ علیہ السلام نے قنوت کیا اور قنوت میں یہ الفاظ کہے "اے اللہ معاویہ اور اس کے گروہ، عمرو بن العاص اور اس کے گروہ، ابو السلمی اور عبداللہ بن قیس اور اس کے گروہ کو پکڑ لے ان کو برباد کر دے" (مصنف ابن أبی شیبۃ۔ سلفیۃ: 317 /2)

معلوم ہوا کہ ھشیم کی روایت ان کے استاذ حصین کے دو شاگردوں (شعبہ اور شریک) کے خلاف ہے۔

بلکہ ان کے استاذ حصین بن عبدالرحمن السلمی کے دو متابع یعنی شیخ عبدالرحمن بن معقل کے دو شاگردوں (سلمہ بن کھیل اور أبو الحسن عبید بن الحسن) کی روایات کے بھی خلاف ہے۔

مزید یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کی روایت کا جو پہلا طریق عبداللہ بن معقل کا ہے اس کے بھی خلاف ہے۔

لہٰذا اس قدر مخالفتوں کے بعد تنہا اس سند کی وجہ سے اس روایت کو صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے راجح بات ان شاء اللہ یہی ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ والی جس روایت میں معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے نام کی صراحت ہے وہ شاذ یعنی ضعیف ہے۔

اور محفوظ روایت صرف اتنی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ قنوت میں کچھ لوگوں پر بد دعا کرتے تھے۔ لیکن یہ لوگ کون تھے یہ صحیح و محفوظ روایت سے ثابت نہیں ہے۔

یہاں پر یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ یہاں اختلاف کی نوعیت اختصار و اجمال کی نہیں بلکہ شذوذ وتفرد کی ہے۔اختصار واجمال کی بات متن کے ثابت ہونے کے بعد کی جاتی ہے،لیکن جب روایت کے تمام طرق واسانید کے دراسہ سے کوئی خاص متن شذوذ وتفرد کے دائرہ میں آجائے تو وہ اپنے اندر اجمال یا تفصیل کچھ بھی رکھے بہرصورت شذوذ کے سبب وہ غیر ثابت شدہ قرار پائے گا۔

واضح رہے کہ علیؓ کے مخالف صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کا گروہ ہی نہیں تھا بلکہ علی رضی اللہ عنہ کے اور بھی مخالفین تھے جن سے علی رضی اللہ عنہ کی لڑائی بھی ہوئی اس لئے اس بات کا بھی احتمال ہے کہ یہ بددعاء ان لوگوں کے لئے کی گئی ہو۔

بہرحال ہم بغیر کسی پختہ ثبوت کے یہ نہیں مان سکتے کہ علیؓ ، امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں پر بددعا کرتے تھے۔

ایک مثال

اگر ثقہ رواۃ کی سند سے کسی روایت میں یہ آ گیا کہ علیؓ امیر معاویہؓ پر بددعا کرتے تھے تو یہ تعجب کی بات نہیں ہے۔

کیونکہ ثقہ رواۃ ہی کی سند سے ایک روایت ایسی بھی ہے جس میں یہ آ گیا ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بلکہ ان کے والد اور ان کے بھائی پر بھی لعنت کی ملاحظہ ہو:

امام أحمد بن يحيي ،البلاذري (المتوفى 279) نے کہا:

حَدَّثَنَا خَلَفٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بن سعيد عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ عَنْ سَفِينَةَ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ جَالِسًا فَمَرَّ أَبُو سُفْيَانَ عَلَى بَعِيرٍ وَمَعَهُ مُعَاوِيَةُ وَأَخٌ لَهُ ، أَحَدُهُمَا يَقُودُ الْبَعِيرَ وَالآخَرُ يَسُوقُهُ، (فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَعَنَ اللَّهُ الْحَامِلَ وَالْمَحْمُولَ وَالْقَائِدَ وَالسَّائِقَ۔

سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اونٹ پر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گذر ہوا ان کے ساتھ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ایک بھائی تھے۔ان میں سے ایک اونٹ کو چلا رہا تھا اور دوسرا ہانک رہا تھا۔تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو سواری اور سوار پر نیز چلانے والے اور ہانکنے والے پر(أنساب الأشراف للبلاذري، ط، دارالفكر: 136 /5 رجالہ ثقات)

ملاحظہ فرمائیے اس کے ساری راوی ثقہ ہیں۔

لیکن اصل مدعا پر آنے سے قبل مناسب ہے کہ ایک بے جان شبہہ کا ازالہ کردیا جائے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

ایک صاحب نے راقم الحروف کے مضمون ''حدیث خلافت تیس سال، ایک تحقیق جائزہ'' پر اعتراض کے ضمن میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ امام بلاذری کا استاذ خلف کون ہے یہ پتہ نہیں۔

حالانکہ امام بلاذری کے اساتذہ میں صرف ایک ہی خلف کا نام ملتا ہے۔

اور امام بلاذری نے اپنی اس کتاب میں پچاس 50 مقامات پر اپنے اس شیخ کا نام مع والد (خلف بن ہشام) لکھا ہے۔

اور بتیس 32 مقامات پر لقب (البزار) کے ساتھ (خلف بن ہشام البزار) لکھا ہے۔

پھر بھی کوئی کہے کہ خلف کا اتا پتہ نہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

حیرت ہے کہ موصوف نے کہا کہ خلف کا تذکرۃ عبدالوارث کے تلامذہ میں نہیں ملتا اور عبدالوارث کے تلامذہ میں خلف کا تذکرہ نہیں ملتا، اور اس بنا پر موصوف نے خلف کو غیر معلوم کہنے کی کوشش کی۔

عرض ہے کہ کیا اسی منطق سے عبدالوارث بن سعید کو بھی غیر معلوم کہہ دیا جائے ؟ یہی کہتے ہوئے کہ عبدالوارث کے تلامذہ میں خلف کا ذکر نہیں ملتا اور خلف کے تلامذہ میں عبدالوارث کا ذکر نہیں ملتا؟؟

اگر کہا جائے کہ عبدالوارث کے استاذ جو سعید ہیں ان سے عبدالوارث کا تعین ہوجاتا ہے کیونکہ سعید کے تلامذہ میں

عبدالوارث کا ذکر ملتا ہے تو تو ٹھیک اسی طرح خلف کے جو شاگرد امام بلاذری ہیں ان سے بھی خلف کا تعین ہو جاتا ہے کیونکہ امام بلاذی کے اساتذہ میں خلف بن ھشام کا تذکرہ ملتا ہے دیکھئے :
(سير أعلام النبلاء ط الرسالة 162 /13)

لہٰذا جب خلف کے شاگرد سے خلف کا تعین ہوگیا اور عبدالوارث کے استاذ سے عبدلوارث کا تعین ہوگا۔اوران دونوں کے بیچ صیغہ تحدیث ہے جو خود ان دونوں کے بیچ شاگرد واستاذ کے رشتہ کی صریح دلیل ہے تو اب الگ سے ان کے بیچ اس رشتہ کے کہیں اورتذکرہ کی تلاش کی ضرورت کیوں پڑی؟

اگران دونوں کے بیچ عن کا صیغہ ہوتا تو ایک شبہ ہوسکتا تھا کہ ان دونوں کی آپس میں ملاقات ہے یا نہیں اور یہ شبہہ بھی معاصرت کے ثبوت کے بعد زائل ہوجاتا لیکن جب اس سند میں واضح طور دونوں کے بیچ سماع کی صراحت موجود ہے تو اب مزید قیل وقال کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

اور ماتم تو یہ ہے کہ آنکھوں کے سامنے سند کے اندر ہی یہ رشتہ ثابت ہوجانے کے بعد یہ حضرت الگ سے قیل وقال تلاش کررہے ہیں حالانکہ یہ قیل وقال اس طرح کی دلیل دیکھ کر ہی صادر ہوتے ہیں تو جب سامنے صریح دلیل موجود ہے تو صریح دلیل کے ہوتے ہوئے اس کے مطابق کسی فتوی کی تلاش کیوں؟

یہ تو ایسے ہی ہوا کہ کوئی صحیح اور صریح حدیث مل جائے تو یہ کہا جائے کہ اس کے مطابق کسی نے فتوی نہیں دیا اس لئے اس صریح دلیل کو نہیں مانا جائے گا۔اس بابت قدرے تفصیل ہماری کتاب انوارالبدر کے اخیر میں دیکھی جاسکتی ہے۔

علاوہ بریں یہ بات بھی جاننے کی ضرورت ہے کہ اساتذہ اورتلامذہ کے رشتوں کے بیان کرنے میں کسی نے استیعاب کا دعوی نہیں کیا ہے بلکہ کسی نے استیعاب کی کوشش بھی نہیں کی ہے اور یہ ممکن بھی نہیں ہے حافظ مغلطای (المتوفی:762) یہی بات واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وأن لا أستوعب شيوخ الرجل وزيادة على ما ذكره الشيخ، ولا الرواة إلا قليلا بحسب النشاط وعدمه، لئلا يعتقد معتقد أن الشيخ رحمه الله تعالى استوفى في جميع ذلك، ويعلم أن الإحاطة متعذرة ولا سبيل إليها

اس کتاب (إکمال تھذیب الکمال) میں میری شرط یہ ہے کہ میں کسی راوی کے تمام اساتذہ وتلامذہ کا استیعاب نہیں کروں گا اور نہ شیخ مزی کی ذکر کردہ فہرست پر اضافہ کروں گا البتہ بسا اوقات حسب نشاط بعض کا ذکر کردوں گا تاکہ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ شیخ مزی رحمہ اللہ نے تمام اساتذہ وتلامذہ کا استعیاب کرلیا ہے بلکہ یہ جان لے کہ یہ استیعاب محال وناممکن ہے اسے انجام دینے کی کوئی سبیل نہیں ہے(إكمال تهذيب الكمال لمغلطاى5 /1)

معلوم ہوا کہ کسی بھی محدث نے کسی راوی کے تلامذہ یا اساتذہ کے ذکر نے میں استیعاب کا دعوی نہیں کیا ہے۔نیز کسی نے جو مختصر فہرست پیش بھی کی تو مشہور مصنفات حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے پیش کی ہے نہ کہ اس کے لئے کتب انساب اور کتب تاریخ کو بھی کھنگال ڈالا ہے۔

اس لئے کتب انساب وغیرہ میں تلامذہ واساتذہ کے ایسے رشتہ بھی سامنے آسکتے ہیں جن کا تذکرہ کسی محدث نے نہیں کیا بلکہ کتب حدیث میں بھی ایسے رشتے سامنے آتے رہتے ہیں اور کوئی بھی صاحب علم ان رشتوں کا انکار نہیں کرتا۔فتدبر۔

اور موصوف معترض نے ایک بات تو بالکل متعصب تقلیدیوں جیسی کہہ ڈالی اور انتہائی بے شرمی کے ساتھ لکھا کہ :

”اسی کے طبقے میں ایک خلف اور ہے اور وہ خلف بن خلیفہ بن صاعد بن برام الاشجعی ہے جس کو آخری عمر میں تغیر ہوگیا تھا“
(محدث فورم،موضوع حدیث خلافت تیس سال)

عرض ہے کہ اس پر مجھے تقلیدیوں کا وہ اعتراض یاد آگیا جو وہ مسند احمد میں موجود سینے پر ہاتھ باندھنے والی سند پر کرتے ہیں چنانچہ اس سند میں امام احمد کے استاذ اورسفیان ثوری کے شاگرد کی جگہ یحیی بن سعید کا ذکر ہے۔اس پر تقلیدی کہتے ہیں کہ اس طبقہ میں چار یحیی بن سعید ہیں بعض ضعیف ہیں۔اس لئے کیسے معلوم

ہوگا کہ یہاں کون ہے؟

اب بتلائے کہ اس طبقہ میں چار یحیی بن سعید ہونے کا یہ مطلب کیسے ہوگا کہ یہ چاروں امام احمد کے استاذ بھی ہو سکتے ہیں؟ کیا امام احمد کی سندوں میں بھی ان کے اساتذہ کی جگہ پر ان چاروں کا نام آیا ہے؟ یا کتب رجال میں ان چاروں کو امام احمد کے اساتذہ میں گنایا گیا ہے؟؟ اگر نہیں تو ظاہر ہے کہ یہاں وہی یحیی ہیں جو امام احمد کے استاذ ہیں۔تفصیل میری کتاب انوار البدر میں ہے۔

ٹھیک اسی طرح یہاں بھی اس طبقہ میں بھی ایک اور خلف ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ خلف امام بلاذری کا استاذ بھی ہوگا۔ اس لئے یہاں وہی خلف مراد ہوگا جو امام بلاذری کا استاذ ہے۔اورامام بلاذری کے اساتذہ میں صرف ایک ہی خلف کا ذکر ان کی کتاب میں ملتا ہے اور کتب رجال میں بھی ان کے اساتذہ میں صرف ایک ہی خلف کا ذکر کیا ہے اور وہ ہیں خلف بن ھشام دیکھئے :(سير أعلام النبلاء ط الرسالة 162 /13)

عودالی المقصود: بہرحال ماقبل میں بلاذری کی جو روایت پیش کی گئی ہے اس کی سند کے سارے رجال ثقہ ہیں۔

لیکن بعض حضرات ثقہ رواۃ والی اس روایت میں امیر معاویہ اوران کے والد کے نام کے ذکر کو صحیح نہیں مانتے اس کی وجہ یہ بتلاتے کہ امام بزار نے اسی روایت کو بیان کیا تو ان کی روایت میں یہ نام نہیں چنانچہ :

امام بزار رحمہ اللہ (المتوفی 292) نے کہا:

حَدَّثَنَا السَّكَنُ بْنُ سَعِيدٍ ، قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ ، قَالَ:حَدَّثَنَا أَبِي.وَحَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ ، عَنْ سَفِينَةَ ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ جَالِسًا فَمَرَّ رَجُلٌ عَلَى بَعِيرٍ وَبَيْنَ يَدَيْهِ قَائِدٌ وَخَلْفَهُ سَائِقٌ ، فَقَالَ :لَعَنَ اللهُ الْقَائِدَ وَالسَّائِقَ وَالرَّاكِبَ.

سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اونٹ پر ایک شخص کا گذر ہوا اس کے سامنے اونٹ چلانے والے تھا اور پیچھے اونٹ ہانکنے والا، تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ہانکنے والے پر، چلانے والے پراور سوار پر۔(مسند البزار:286 /9)

حالانکہ اس روایت میں امام بزار کے شیخ ’’السکن بن سعید‘‘ غیر معروف ہیں کسی نے بھی ان کو ثقہ نہیں کہا ہے۔

امام ہیثمی نے یہ روایت نقل کرکے یہ ضرور کہا ہے کہ: **رواه البزار، ورجاله ثقات**(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد113 /1)

لیکن خود امام ہیثمی نے ہی دوسری جگہ کہہ دیا:

وشيخ البزار السكن بن سعيد ولم أعرفه.

بزار کے شیخ السکن بن سعید کو میں نہیں پہچان سکا۔(مجمع الزوائد للهيثمى:111 /7)

اس سے معلوم ہوا کہ السکن بن سعید امام ہیثمی کی نزدیک بھی غیر معروف ہے۔اوراجتماعی توثیق میں ان سے وہم ہوا۔

یعنی بزاروالی یہ روایت سنداضعیف ہی ہے۔

اب غور کریں کہ جب ضعیف سندوالی روایت میں نام ذکر نہ ہونے سے بعض لوگ ثقہ رواۃ والی سند میں نام کے ذکر کئے جانے کو غلط بتلاتے ہیں۔

تو پھر مصنف ابن ابی شیبہ کی ثقہ رواۃ والی سند میں امیر معاویہ کے نام کے تذکرے کو غلط کیوں نہ کہا جائے جبکہ اس کے برخلاف کئی ثقہ والی روایت میں امیر معاویہ کے نام کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ بعض روایات میں تو نام کا تذکرۃ نہ کرنے والے متقنین ائمہ حدیث میں سے ہیں۔

واضح رہے کہ بزار والی روایت سنداضعیف ہونے کے باوجود بھی ہمارے نزدیک بلاذری کی ثقہ رواۃ والی روایت دیگر علل کے سبب ثابت نہیں ہے اس کی تفصیل راقم الحروف نے اپنے مضمون ’’حدیث خلافت تیس سال ، ایک تحقیقی جائزہ میں پیش کردی ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ مصنف ابن ابی شیبہ والی روایت امیر معاویہ کے ذکر کے ساتھ شاذ یعنی ضعیف ہے۔ ❖ ❖ ❖

ایمانیات

[۱۶]

استقامت: فضائل اور رکاوٹیں

ابوعبداللہ عنایت اللہ سنابلی مدنی

۶- وظیفہ اور سروس:

اللہ کے دین پر قائم ہو جائیے‘ راست بازی اپنائیے‘ قریب قریب رہئے‘ اپنی استطاعت بھر اللہ سے ڈریئے اور استقامت میں دیر نہ کیجئے اگر چہ اس کی وجہ سے سروس سے علیحدگی یا منتقلی وغیرہ کی آزمائش سے دوچار ہونا پڑے‘ کیونکہ جو کوئی چیز اللہ واسطے ترک کر دے گا اللہ عزوجل اسے اس سے بہتر بدلہ عطا فرمائے گا‘ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے بتلایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ لوگوں کے لئے شیطان کا ڈراوا ہے‘ آپ کو کیا معلوم کہ آپ اپنی سروس پر باقی رہیں گے یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو اس سے بہتر عطا کرنے والا ہے۔

میں ایک شخص کو جانتا ہوں جو ایک سگریٹ کمپنی کا ڈسٹری بیوٹر تھا‘ سگریٹ سپلائی کرتا تھا‘ یہ ایسا مسئلہ ہے جس کے معارضہ پر آج پوری دنیا کا اتفاق ہے‘ اس شخص کو تنخواہ اور فروخت کے مطابق فیصد سمیت ماہانہ تقریبا تیرہ ہزار ریال ملتے تھے‘ اور ساتھ ہی ایک گاڑی جو دن بھر اس کے استعمال میں رہتی تھی۔

جب اس شخص کو رہنمائی ملی اور وہ اللہ کے دین پر قائم ہوا تو اپنے جی میں کہا: میرا اس سروس پر قائم رہنا درست نہیں‘ کیونکہ یہ کام حرام ہے جائز نہیں‘ اور پھر اس نے یہ کام چھوڑ دیا‘ کچھ لوگوں نے اسے ملامت کیا اور خوب معارضہ کیا‘ لیکن اس نے اللہ واسطے اس کام کو چھوڑ ہی دیا، لیکن پھر اس کے ساتھ کیا ہوا؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے لئے ایک جمعیہ خیریہ (رفاہی ادارہ) کے تحت ماہانہ کٹوتی پروجیکٹ میں سروس کا انتظام فرما دیا۔

جب اسے یہ سروس مل گئی تو اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ ان تمام کمپنیوں اور تجارتی دوکانوں سے گزروں جہاں میں سگریٹ سپلائی کیا کرتا تھا‘ اور انہیں ''ماہانہ کٹوتی'' کا یہ رفاہی پروجیکٹ پیش کروں‘ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا‘ اور ایک مختصر سی مدت میں یہ شخص ان تمام کمپنیوں‘ آفسوں اور تجارتی دوکانوں سے گزر کر اس پروجیکٹ کی مارکیٹنگ کرنے میں کامیاب ہو گیا‘ یہاں تک اس رفاہی پروجیکٹ ''ماہانہ کٹوتی'' کی سالانہ آمدنی ڈیڑھ ملین ریال پہنچ گئی۔

ذرا غور کریں کہ اللہ نے اس کی زندگی میں کیسا انقلاب برپا کر دیا‘ وہ شخص خیر کی دعوت اور رہنمائی کرنے لگا‘ اور اس کے میزان حسنات میں یہ عظیم رقم لکھ دی گئی جو اللہ کے فضل سے نیکی کی راہوں میں خرچ کی جائے گی، جب کہ اس جمعیہ خیریہ سے ماہانہ تنخواہ اسے سات ہزار ریال ملتی تھی۔

پھر اس کے بعد وہ شخص ایک مسجد میں امام متعین کیا گیا، کسی دن میں نے بھی اس کے پیچھے نماز ادا کی ہے، اللہ اس پر رحم فرمائے۔

۷۔ استقامت کا معنیٰ ہی نہ جاننا:

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ استقامت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ گھر ہی میں بیٹھا رہے کوئی کام نہ کرے، یا یہ کہ استقامت اسے روزمرہ کی بہت سی ضروریات زندگی سے محروم کردے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اسے استقامت کا معنیٰ ہی معلوم نہیں ہے۔

استقامت اسے اللہ کی حلال کردہ کسی چیز سے محروم نہیں کرتا، یہ ہمارے درمیان رہنے والے اہل استقامت نہایت باعزت زندگی گزار رہے ہیں، گھروں کے مالک ہیں، گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں، کھاتے، پیتے اور پہنتے ہیں، استقامت نے انہیں تو ضروریات زندگی کی کسی چیز سے محروم نہیں کیا ہے، بلکہ الحمد للہ اللہ نے اپنے بندوں پر اس دنیا کے دہانے کھول دیئے ہیں، لہٰذا استقامت زندگی کی بے کاری کا نام نہیں ہے، نہ ہی لوگوں کی زندگیوں میں محرومی اور قید و بندہی کا نام ہے۔

سابقہ سطور میں استقامت کا معنیٰ ومفہوم اور اس کے فضائل گزر چکے ہیں، انہی میں ایک فضلیت پاکیزہ زندگی اور حقیقی سعادتمندی بھی ہے۔

۸۔ شہرت اور جاہ ومنصب کے فقدان کا خوف:

بعض لوگوں کے یہاں استقامت کی ایک رکاوٹ ان کی شہرت اور جاہ ومنصب کا فقدان بھی ہے، میں ایسے لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ میرے بھائی! شہرت ووجاہت صرف دنیا ہی میں نہیں ہے، کیونکہ صرف دنیا کی شہرت ووجاہت نفع نہ دے گی، بلکہ نفع بخش شہرت ووجاہت وہ ہے جو دنیا وآخرت دونوں میں ہو، اور اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرمایا ہے کہ:

{وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ} [آل عمران:۴۵]۔

وہ دنیا وآخرت دونوں میں باعزت تھے۔

رہی صرف دنیوی وجاہت تو اللہ کے یہاں نفع نہ دے گی، اگر انسان اپنی اس وجاہت کے ساتھ تقویٰ، نیکی اور خیر پر قائم نہ ہوگا تو اسے اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور جو کوئی چیز اللہ واسطے چھوڑ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے، اور استقامت کے فضائل میں بات آچکی ہے کہ اس کے فضائل میں لوگوں کی محبت، دنیا میں مقبولیت، اچھی ثناخوانی اور نیک نامی بھی ہے۔

یہی وہ مقام ہے جو ان شاء اللہ دنیا وآخرت دونوں میں نفع دے سکتا ہے۔

۹۔ دوبارہ بہک جانے کا اندیشہ:

بعض لوگوں کے یہاں استقامت سے ایک رکاوٹ پھسل جانے کا اندیشہ ہے، سبحان اللہ! یہ نحوست اور اللہ سے بدگمانی ہے، انسان نیک فال کیوں نہیں لیتا؟ بعض لوگ کہتے ہیں: واقعی میں مستقیم ہونا چاہتا ہوں، لیکن مجھے ڈر ہے کہ دوبارہ اسی کھائی نہ گر جاؤں، ہم کہتے ہیں: جو اللہ کے ساتھ سچا ہوگا اللہ اس کے ساتھ سچا ہوگا، اور دوبارہ وہی پھسلتا ہے جس کے دل میں مرض، شک، ریاکاری یا اس کے علاوہ دیگر بیماریاں ہوں، ورنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اور نہ ہی نیک

کاروں کا اجر ضائع کرتا ہے۔

۱۰۔ توبہ کی عدم قبولیت کا خوف:

اسی طرح استقامت کی ایک رکاوٹ گناہوں کی عدم مغفرت کا خوف ہے' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا} [الزمر:۵۳]۔

بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا۔

پھر آخر ہم یہ بات کیوں کہتے ہیں؟ کوئی گناہ ایسا ہے ہی نہیں جسے اللہ نہ بخشے گا' سوائے شرک کے' جسے اللہ تعالیٰ اسی حال میں مرنے والے کو نہیں بخشے گا' لیکن دنیا میں اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۭ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ} [الزمر:۵۳]۔

(میری جانب سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے' تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' یقینا اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے' بلا شبہ وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نفسوں پر زیادتی کرنے والے بندوں کو اپنی بندگی کے حوالے سے پکارا ہے' اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ: ''اے مجرمو!'' یا ''اے فاسقو!'' بلکہ فرمایا ''اے میرے بندو!'' تم جو کچھ بھی کرو لیکن تم اللہ ہی کے بندے ہو' اور اللہ ہی تمہارا رب ہے جو تمہارے تمام گناہوں کا بخشنے والا ہے۔

نیز ارشاد باری ہے:

{وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ○ إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا} [الفرقان:۶۸-۷۰]۔

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہو وہ بجز حق کے قتل نہیں کرتے، نہ ہو زنا کے مرتکب ہوتے ہیں، اور جو کوئی یہ کام کرے اپنے او پر سخت وبال لائے گا۔ اسے قیامت کے دن دوہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اللہ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

چنانچہ یہ شرک' قتل اور زنا بڑے اور کبیرہ گناہ ہیں' اس کے باوجود اللہ عزوجل ان کے مرتکبین کی توبہ قبول فرمائے گا' بلکہ ان بڑے بڑے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔ اس میں ان کبیرہ گناہوں کے مرتکبین کو توبہ کی ترغیب' اور رحمن و رحیم کی طرف سے ان کی سچی خالص توبہ کی قبولیت کا وعدہ ہے' اور اللہ سے زیادہ راست گو کون ہو سکتا ہے۔۔

***

[۱]

گوشۂ خواتین

ام المؤمنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

(مختصر حالاتِ زندگی اور فضائل ومناقب)

ابوابراہیم کمال الدین سنابلی بدایونی

نام ونسب اور مختصر حالات زندگی:

آپ کا نام و نسب خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب القرشیہ ہے، حضرت خدیجہ ایک باکمال اور ہنرمند تاجرہ تھیں، نبوت سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت داری و دیانت داری کے چرچے زبان زد عام وخاص ہوئے تو حضرت خدیجہ کی فراست نے فیصلہ کیا کہ اس بار ملک شام مال تجارت بھیجنے کے لیے محمد بن عبداللہ کا انتخاب کیا جائے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشکش کو قبول فرمایا، حضرت خدیجہ نے جس حسن ظن کی بنیاد پر محمد بن عبداللہ کو مال تجارت لے کر بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نہ صرف پورے اترے بلکہ امید سے زیادہ تجارت میں منافع ہوا، پھر حضرت خدیجہ کے غلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور فیوض وبرکات کا جس دیانت داری سے تذکرہ کیا اس نے حضرت خدیجہ کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور بھی جگہ پیدا کردی اور حضرت خدیجہ نے ہمیشہ کے لیے آپ کو اپنا شریک حیات بنانے کا فیصلہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام نکاح دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیغام کو شرف قبولیت بخشا، جس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر 25 سال تھی اور صحیح تحقیق کے مطابق تقریباً اتنی ہی عمر حضرت خدیجہ کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ ہی سے ہے سوائے ابراہیم کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم سیدہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے ہیں۔

سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی خاتون:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے، جیسے مردوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے: فتح الباری 7/137 نیز معرفۃ الصحابۃ 3/183)

حضرت خدیجہ کا رسول اللہ کو تسلی دینا:

بیوی سمجھدار ہو تو مشکل سے مشکل حالات میں بھی شوہر کو تسلی دیتی ہے اور اگر بیوی اجڈ اور ناسمجھ ہو تو ذرا سی پریشانی میں شوہر کو مزید گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتی ہے، شادی کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی حکمت و دانائی کا سب سے پہلا نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے موقعے پر دیکھنے کو ملا، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: أولُ مَا بُدِئَ به رسولُ اللَّهِ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم من الوَحْيِ الرؤيا الصادِقَةُ في النَّوْمِ، فكان لا يَرى رؤيا إلا جاءتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ، فكان يأتِي حِرَاءَ فيَتَحَنَّثُ فيه، وهو التَّعَبُّدُ، اللياليَ ذواتِ العَدَدِ، ويَتَزَوَّدُ لذلك، ثم يَرْجِعُ إلى خديجَةَ فتُزَوِّدُهُ لِمثْلِها، حتى فَجِئَهُ

الحقُّ وهو في غارِ حِراءٍ، فجاءه المَلَكُ فيه، فقال: اقْرَأْ، فقال له النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم : (فقُلْتُ: ما أنا بِقَارِئٍ، فأخَذَني فَغَطَّني حتى بَلَغَ مِنِّي الجَهْدُ، ثم أَرْسَلَني فقال: اقْرَأْ، فقُلْتُ: ما أنا بِقَارِئٍ، فأَخَذَني فغَطَّني الثانيةَ حتى بَلَغَ مِنِّي الجَهْدُ، ثم أَرْسَلَني فقال: اقْرَأْ، فقُلْتُ: ما أنا بِقَارِئٍ، فأخَذَنِي فَغَطَّنِي الثالثةَ حتى بَلَغَ مِنِّي الجَهْدُ، ثم أَرْسَلَني فقال: {اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ} - حتى بَلَغَ - {عَلَّمَ الإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ} فرَجَعَ بِهَا تَرْجُفُ بَوادِرُهُ، حتى دَخَل على خَدِيجَةَ، فَقَالَ: »زَمِّلوني زَمِّلوني« فزَمَّلوه حتى ذهب عنه الرَّوْعُ، فقال: »يا خَدِيجَةُ، ما لي« وأَخْبَرَها الخبرَ، وقال: »قد خَشِيتُ عَلَى نفسي« فقالَتْ له: كَلَّا، أَبْشِرْ، فواللَّهِ لا يُخْزِيك اللَّهُ أبدًا، إنك لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَصْدُقُ الحديثَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَقْرِي الضيفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوائبِ الحَقِّ، ثم انطَلَقَتْ به خَديجةُ حتى أَتَتْ به وَرَقَةَ بْنَ نَوْفَلِ بْنِ أَسَدِ بْنِ عَبْدِ العُزَّى بْنِ قُصَيٍّ وهو ابْنُ عَمِّ خَدِيجَةَ أخو أبيها، وكان امْرَأً تَنَصَّرَ في الجاهليةِ، وكان يكتُبُ الكتابَ العربيَّ، فَيَكتُبُ بالعربيةِ من الإنجيلِ ما شاء اللَّهُ أن يَكتُبَ، وكان شَيْخًا كبيرًا قد عَمِيَ، فقالتْ له خديجةُ: أَيِ ابْنَ عَمِّ، اسمَعْ من ابنِ أخيكَ، فقال ورقةُ: ابنَ أخي ماذا تَرَى؟ فأَخبَرَهُ النبيُّ صلَّى اللهُ عليه وسلَّم ما رَأَى، فقال ورقةُ: هذا النَّاموسُ الذي أُنزِلَ على موسى......(بخاری، حدیث نمبر:3)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اچھے خواب آنا شروع ہوئے جن کی تعبیر صبح صحیح ہوجاتی، پھر آپ تنہائی پسند ہو گئے اور کئی کئی دن غار حرا میں گزارنے لگے، توشہ ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہ کے پاس آتے اور حضرت خدیجہ چند دنوں کا توشہ تیار کر کے ساتھ کر دیتیں، پھر ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور کہا "پڑھیے" آپ نے فرمایا "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" حضرت جبریل نے تین بار آپ کو دبایا اور ہر بار آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، بالآخر حضرت جبریل نے سورہ "علق" کی ابتدائی پانچ آیات پڑھ کر اللہ کا پیغام آپ تک پہنچایا، یہ پہلی وحی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے گھر گئے اور حضرت خدیجہ سے کہا "مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ" حضرت خدیجہ نے آپ پر چادر ڈال دی تو کچھ سکون ہوا، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو پورا واقعہ سنایا اور کہا کہ خدیجہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے تسلی دیتے ہوئے کہا "ہرگز نہیں! اللہ کی قسم اللہ آپ کو رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچائی کا ساتھ دیتے ہیں، بے سہاروں کو سہارا دیتے ہیں.... پھر حضرت خدیجہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں، ورقہ پہلی آسمانی کتابوں کے جاننے والے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا واقعہ سنایا تو ورقہ نے کہا "یہ تو وہی فرشتہ ہے جو حضرت موسی علیہ السلام پر وحی لے کر اترتا تھا...." (بخاری حدیث نمبر:3،، ہم نے حدیث کا لفظ بلفظ ترجمہ کرنے کے بجائے مفہوم اور اختصار کا خیال رکھا ہے)

الغرض پہلی وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حوصلہ اور ہمت دینے والا اگر کوئی تھا تو وہ آپ کی پہلی بیوی اور پہلی مومنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

❖ ❖ ❖

دین کے دفاع میں صحابہ کا کردار

سرفراز فیضی : داعی صوبائی جمعیت اہل حدیث، ممبئی

صحابہ کے منہج اتّباع سے مستفاد اصول:

7) سنت جس طرح فعل میں ہوتی ہے ترک میں بھی ہوتی ہے۔

صحابہ کرام کے منہج اتباع سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے یہاں جس طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل قابل اتباع تھا اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو ترک کر دیا اس کے ترک کو بھی وہ سنّت سمجھتے تھے۔ سنّت ترکیہ دین کا ایک اہم ترین باب ہے۔ سنّت کے اس باب کو سمجھنے سے دین میں بہت ساری بدعات کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

اس سے پہلے ہم ان صحابہ کرام کے ان آثار کا تذکرہ کریں جن سے یہ اصول مستفاد ہیں ضروری ہے کہ ہم سنّت ترکیہ کا مفہوم اچھی طرح سمجھ لیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی عمل کو ترک کرنے کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہوتی ہیں،۔

1) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو ترک کیا لیکن ترک کا مقصود اس ترک کو سنّت قرار دینا نہ ہو۔ اس کی 6 شکلیں ہیں۔

ا) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شئ محض ذاتی پسند نا پسند کی بنیاد پر ترک کر دی۔ جیسے ضب (گوہ) کا گوشت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا۔

ب) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی شرعی حکم کی بنیاد پر کوئی شئ ترک کی لیکن یہ شرعی حکم صرف آپ کے ساتھ خاص تھا۔ اُمّت کے لیے نہیں۔ جیسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لہسن نہیں کھاتے تھے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرشتے آتے تھے۔ اس ترک کا حکم صرف اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود تھا۔ پوری امّت کے لیے نہیں۔

ج) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شرعی مصلحت کی وجہ سے کوئی شئ ترک کی ہو۔ جیسے منافقین کو قتل نہیں کیا کہ اس مصلحت کے تحت لوگ کہیں گے کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

د) کسی عمل کو ترک کیا ہو کسی مانع یا مصلحت کی وجہ سے جیسے تراویح پورا مہینہ جماعت سے نہیں پڑھائی اس اندیشہ سے کہ یہ فرض نہ کر دی جائے اور امّت اس سے مشقت میں نہ پڑ جائے۔ کعبہ کو اس کی اصلی بنیادوں پر تعمیر نہیں کیا تاکہ مکّہ مشرکین کو یہ خیال نہ آئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے غلبہ پاتے ہی کعبہ کو ڈھانا شروع کر دیا۔

ھ) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو ترک کیا ہو، عدم قدرت کی وجہ سے۔

و) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کو ترک کیا ہو اس لیے کہ اس کی کوئی حاجت اور تقاضہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھا۔ جیسے جمع قرآن یا قرآن پر اعراب لگانا۔

2) ترک کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کسی عمل کو اس کے مقتضیات (تقاضوں) کے موجود ہونے اور کسی مانع (رکاوٹ) کے نا پائے جانے کے باوجود ترک کر دیا ہو۔ اس ترک سے مقصود ہو کہ امّت اس ترک میں نبی ﷺ کی اقتداء کرے۔

سنّت ترکیہ کو معلوم کرنے کے دو ذرائع ہیں۔

1) خود صحابہ نے اس ترک کو نقل کیا ہو۔ جیسے حضرت ابن عباس سے مروی ہے ۔لَمْ أَرَ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَسْتَلِمُ غَيْرَ الرُّكْنَيْنِ الْيَمَانِيَيْنِ.(رواه مسلم :1269) ترجمہ: میں نے اللہ کے نبی ﷺ کو کبھی دونوں رکنی یمانی کے علاوہ کسی رکن کا استلام کرتے نہیں دیکھا۔

اسی طرح ایک دوسری روایت میں فرمایا:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- صَلَّى الْعِيدَ بِلاَ أَذَانٍ وَلاَ إِقَامَةٍ .(رواه أبوداود:1147)

اللہ کے رسول ﷺ نے عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے پڑھی۔

2) نبی ﷺ کا فعل صحابہ نے قولا یا عملا نقل نہ کیا ہو تو محض فعل کا نقل نہ کرنا بھی ترک پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ صحابہ نبی ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے اور اس کی روایت کرنے کے معاملہ میں انتہائی حریص تھے۔ لہذا یہ ممکن نہیں کہ کسی معاملہ میں نبی ﷺ نے کوئی عمل صحابہ کی موجودگی میں کیا ہو اور صحابہ قولا یا فعلا اس کو روایت نہ کریں۔ جیسے نماز کے لیے زبان سے نیت کرنا، نماز کے بعد مقتدیوں کی طرف رخ کر کے دعائیں کرنا اور مقتدیوں کا تیز آواز میں آمین، کہنا وغیرہ۔ اگر یہ اعمال نبی ﷺ نے کیے ہوتے تو یقینا صحابہ قولا یا عملا ان کو نقل بھی کرتے ۔لہذا اصحابہ سے نقل کا نہ پایا جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے یہ اعمال انجام نہیں دیے۔

آثار صحابہ سے سنّت ترکیہ کی مثالیں:

عن أبي وائل، قال جلست مع شيبة على الكرسي في الكعبة فقال لقد جلس هذا المجلس عمر. رضی الله عنه . فقال لقد هممت أن لا أدع فيها صفراء ولا بيضاء إلا قسمته. قلت إن صاحبيك لم يفعلا. قال هما المرآن أقتدي بهما.

ابووائل نے بیان کیا کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا تو شیبہ نے فرمایا کہ اسی جگہ بیٹھ کر عمر رضی اللہ عنہ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میرا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ کعبہ کے اندر جتنا سونا چاندی ہے اسے نہ چھوڑوں (جسے زمانہ جاہلیت میں کفار نے جمع کیا تھا) بلکہ سب کو نکال کر (مسلمانوں میں) تقسیم کر دوں۔ میں نے عرض کی کہ آپ کے ساتھیوں (آنحضرت ﷺ اور ابوبکرؓ) نے تو ایسا نہیں کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں بھی انہیں کی پیروی کر رہا ہوں (اسی لیے میں اس کے ہاتھ نہیں لگاتا)

(صحیح بخاری حدیث نمبر:1594)

عَنْ مُعَاذَةَ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتْ عَائِشَةَ: أَتَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلَاةَ؟ فَقَالَتْ أَحَرُورِيَّةٌ أَنْتِ؟ لَقَدْ >كُنَّا نَحِيضُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَقْضِي وَلَا نُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ.

سیدہ معاذہ نے بیان کیا کہ ایک عورت نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ آیا حائضہ (اپنے ایام حیض کی) نمازوں

کی قضاء دے؟ تو انہوں نے کہا: کیا تو حروری ہے؟ بلاشبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے حیض سے ہوتی تھیں تو ہم کسی نماز کی قضاء نہیں دیتی تھیں اور نہ ہمیں اس کا حکم ہی دیا جاتا تھا۔

(سنن أبي داوٗد: كِتَابُ الطَّهَارَةِ ، بَابُ فِي الْحَائِضِ لَا تَقْضِي الصَّلَاةَ) صحابہ کے آثار میں اس قسم کے ترک کی کچھ مثالیں ہم اصول نمبر 5 اور 6 میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

8) قرآن وسنت کے مقابلہ میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا قول حجّت نہیں۔

صحابہ کے منہج تعامل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کے یہاں میزان اور کسوٹی صرف اور صرف قرآن وسنّت تھے۔ رجال اپنی تمام عظمتوں کے باوجود قرآن وسنّت سے بلند نہیں ہو سکتے۔ شخصیات کا حق یا ناحق ہونا قرآن وسنّت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ حق وہی جو قرآن وسنّت میں موجود ہے۔ ورنہ شخصیت کتنی بھی عظیم کیوں نہ ہو قرآن وسنّت کے خلاف کسی شخصیت کی بات قابل قبول نہیں۔

صحابہ اس امّت کے عظیم ترین افراد تھے۔ جن کی تعلیم اور تربیت رسالت مآب ﷺ کے ہاتھوں سے ہوئی تھی۔ اس امّت میں اگر تقلید کسی درجہ میں بھی مستحسن ہوتی تو یقیناً صحابہ کرام کی عظیم ہستیاں اس لائق تھیں کہ امّت ان کو تقلید کے لیے منتخب کرتی۔ لیکن خود صحابہ کا تعامل اس بات کا گواہ ہے کہ قرآن وسنّت کے خلاف ان کے یہاں بڑی سے بڑی شخصیت کا قول حجّت نہیں تھا۔ بلکہ قرآن وسنّت کو چھوڑ کر کسی شخصیت کی تقلید کو وہ ہلاکت، بربادی اور عذاب الٰہی کا باعث جانتے تھے۔ آثار صحابہ میں اس کی مثالیں بھری پڑی ہوئی ہیں۔ کچھ واقعات ملاحظہ فرمائیں:

1. عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: »تَمَتَّعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ« فَقَالَ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ: نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عَنِ الْمُتْعَةِ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: مَا يَقُولُ عُرَيَّةُ؟ قَالَ: يَقُولُ: نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ عَنِ الْمُتْعَةِ. فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: أُرَاهُمْ سَيَهْلِكُونَ أَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقُولُ: نَهَى أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ.

سعید بن جبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے حج تمتع فرمایا ہے۔ اس پر عروہ ابن زبیر نے کہا کہ ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے تو حج تمتع کرنے سے روکا ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس پر (غضبناک ہو کر فرمایا) یہ عریّہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس پر عروہ ابن الزبیر نے پھر سے کہا کہ حضرت ابوبکر اور عمر نے حج تمتع سے روکا ہے۔ (یہ سن کر) ابن عباس نے فرمایا: **''مجھے لگتا ہے یہ لوگ جلدی ہی ہلاک ہونے والے ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا اور یہ اس کے جواب میں کہہ رہے کہ ابوبکر وعمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے منع کیا ہے۔''**

(مسند احمد، حدیث نمبر 3121، شیخ احمد شاکر نے روایت کو سند کو صحیح قرار دیا ہے)

2. عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِاللهِ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلاً مِنْ أَهْلِ الشَّامِ وَهُوَ يَسْأَلُ عَبْدَاللهِ ابْنَ عُمَرَ عَنِ التَّمَتُّعِ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَقَالَ: عَبْدُاللهِ بْنُ عُمَرَ هِيَ حَلاَلٌ، فَقَالَ الشَّامِيُّ: إِنَّ أَبَاكَ قَدْ نَهَى عَنْهَا، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ:

أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ أَبِي نَهَى عَنْهَا؛ وَصَنَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ،أَأَمْرُ أَبِي يُتَّبَعُ أَمْ أَمْرُ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَقَالَ الرَّجُلُ: بَلْ أَمْرَ رَسُولِ اللهِ ﷺ. فَقَالَ لَقَدْ صَنَعَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ.

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ انہوں نے اہل شام میں سے ایک شخص سے سنا، وہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا سے حج میں عمرہ سے فائدہ اٹھانے (حج تمتع) کے بارے میں پوچھ رہا تھا، تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ جائز ہے۔ اس پر شامی نے کہا: آپ کے والد نے تو اس سے روکا ہے؟ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہا نے کہا: ''ذرا تم ہی بتاؤ اگر میرے والد کسی چیز سے روکیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو تو میرے والد کے حکم کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی۔''

3. اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جنبی کے لیے تیمم کے مسئلہ میں حضرت عمر اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فتویٰ قبول نہیں کیا۔ حضرت عمّار اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایات کی وجہ سے جس کی تفصیل احادیث کی کتاب میں موجود ہے۔ (بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اس خیال سے رجوع فرمالیا تھا۔)

عَنْ شَقِيقَ بْنَ سَلَمَةَ، قَالَ: كُنْتُ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ، وَأَبِي مُوسَى، فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى: أَرَأَيْتَ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِذَا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً، كَيْفَ يَصْنَعُ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: لاَ يُصَلِّي حَتَّى يَجِدَ المَاءَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَكَيْفَ تَصْنَعُ بِقَوْلِ عَمَّارٍ حِينَ قَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: "كَانَ يَكْفِيكَ" قَالَ: أَلَمْ تَرَ عُمَرَ لَمْ يَقْنَعْ بِذَلِكَ، فَقَالَ أَبُو مُوسَى: فَدَعْنَا مِنْ قَوْلِ عَمَّارٍ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَذِهِ الآيَةِ؟ فَمَا دَرَى عَبْدُ اللَّهِ مَا يَقُولُ، فَقَالَ: إِنَّا لَوْ رَخَّصْنَا لَهُمْ فِي هَذَا لَأَوْشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَى أَحَدِهِمُ المَاءُ أَنْ يَدَعَهُ وَيَتَيَمَّمَ فَقُلْتُ لِشَقِيقٍ فَإِنَّمَا كَرِهَ عَبْدُ اللَّهِ لِهَذَا؟ قَالَ: "نَعَمْ"۔

شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں، انھوں نے کہا کہ میں عبداللہ (بن مسعود) اور ابوموسیٰ اشعری کی خدمت میں تھا، ابوموسیٰ نے پوچھا کہ ابوعبدالرحمن! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے۔ عبداللہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہیے۔ جب تک اسے پانی نہ مل جائے۔ ابوموسیٰ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہوگا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیمم) کافی تھا۔ ابن مسعود نے فرمایا کہ تم عمر کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمار کی اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ پھر ابوموسیٰ نے کہا کہ اچھا عمار کی بات کو چھوڑو لیکن اس آیت کا کیا جواب دوگے (جس میں جنابت میں تیمم کرنے کی واضح اجازت موجود ہے) عبداللہ بن مسعود اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ اگر ہم اس کی بھی لوگوں کو اجازت دے دیں تو ان کا حال یہ ہوجائے گا کہ اگر کسی کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوا تو اسے چھوڑ دیا کرے گا۔ اور تیمم کرلیا کرے گا۔ (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شقیق سے کہا کہ گویا عبداللہ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں۔

❖ ❖ ❖

مسائل شرعیہ

فقہ وفتاویٰ

عبدالحکیم عبدالمعبود المدنی

شرک اصغر اور اس کی مختلف شکلیں:

سوال: شرک اصغر کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے، نیز وہ کون سے اعمال ہیں جو شرک اصغر ہو سکتے ہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: شرک کی دو قسمیں ہیں (۱) شرک اُکبر (۲) شرک اُصغر۔

شرک اکبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت یا اسماء وصفات میں اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یا اس کا مقابل ٹھہرانا۔ اور شرک اصغر یہ ہے کہ بندہ کوئی ایسا کام کرے جس میں شرک کی آمیزش اور بو ہو لیکن وہ شرک اُکبر تک نہ پہونچے۔ جیسے ریا کاری اور دکھاوے کے لئے کسی عمل کو انجام دینا، بدشگونی لینا، شرکیہ جھاڑ پھونک کرنا، تعویذ گنڈا وغیرہ کرنا۔

چنانچہ شرعی نصوص کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شرک اصغر انتہائی خطرناک بیماری ہے جو انسان کی توحید اور اس کے عقیدہ وایمان کے بگاڑنے کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لئے علماء نے شرک اصغر کے تعلق سے درج ذیل باتوں کو خاص طور پر نوٹ کیا ہے۔

(۱) شرک اصغر ایک کبیرہ گناہ ہے بلکہ نواقض توحید کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۲) شرک اصغر کبھی شرک اکبر کا ذریعہ بن سکتا ہے اور بسا اوقات انسان کو دائرہ اسلام وایمان سے خارج کر دینے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

(۳) شرک اصغر اعمال صالحہ کے ثواب کو ختم کرنے اور برباد کرنے کا ذریعہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أنا أغْنى الشُّركاء عن الشِّركِ، مَنْ عَمِل عَمَلا أشرك فيه مَعي غيري تركتهُ وشِرْكَهُ۔

ترجمہ: میں تمام شریکوں میں شرک سے سب سے زیادہ بے نیاز ہوں جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم رقم: ۲۹۸۵) یوں تو شرک اصغر کے مظاہر اور اس کی مثالیں بہت زیادہ ہیں۔ جنکا تذکرہ قرآن وحدیث میں موجود ہے ذیل میں کچھ مخصوص اعمال کا تذکرہ کیا جاتا ہے جنھیں علماء سلف نے شرک اصغر میں شمار کیا ہے۔

(۱) الریاء یعنی اللہ کے علاوہ دوسرے کو دکھانے کیلئے کسی نیک عمل کو انجام دینا یا دین کے کاموں سے دنیاداری طلب کرنا۔

اس لئے نبی اکرم ﷺ سے جب شرک اصغر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ ریا کاری ہے حضرت محمود میں بعید کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ . قَالُوا : وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ : الرِّيَاءُ ، يقول الله عز وجل لهم يوم القيامة إذا جزي الناس بأعمالهم : اذهبوا إلى الذين كنتم تراءون في الدنيا فانظروا هل تجدون عندهم جزاء۔

ترجمہ: کہ سب سے زیادہ مجھے تم پر شرک اصغر کا خوف

ہے صحابہ نے کہا کہ شرک اصغر کیا ہے آپ نے فرمایا: ریاء اور دکھاوا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعمال کے حساب وکتاب کے وقت اپنے بندوں سے کہے گا کہ تم ان لوگوں کے پاس جاؤ جنھیں یہ عمل دکھانے کیلئے کرتے تھے۔ دیکھو کہ کیا وہ تمہیں آج کچھ اس کا بدلہ دے سکتے ہیں۔(الصحیحہ:۹۵۱)

دوسری روایت میں آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ترجمہ: کہ اے لوگو اندر کے شرک سے بچو لوگوں نے کہا کہ یہ اندر کا شرک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایک آدمی نماز کیلئے کھڑا ہو کر اسے لوگوں کو دکھانے کی خاطر خوب اچھی طرح مزین کر کے پڑھتا ہے۔ یہی اندر کا شرک ہے۔(صحیح الترغیب البانی:۳۱)

(۲) صرف اسباب پر اعتماد کرنا یعنی ایک آدمی اسباب کو ہی سب کچھ نفع نقصان کا مالک سمجھ لے اس لئے یہ شرک اصغر ہے مؤمن کو چاہئے کہ اللہ پر توکل اور بھروسہ کے ساتھ اسباب کو اختیار کرے۔

(۳) بدشگونی لینا: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "الطیرۃ شرک" بدشگونی لینا شرک ہے۔(صحیح الترغیب:۳۰۹۸)

(۴) تعویذ گنڈا اور شرکیہ جھاڑ پھونک نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:"إن الرقى والتمائم والتولة شرك" جھاڑ پھونک، تعویذ گنڈا وغیرہ شرک ہیں۔(صحیح الجامع:۱۶۳۲)

(۵) غیر اللہ کی قسم کھانا: فرمان نبوی ہے:"مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ كَفَرَ اَوْ اَشْرَكَ"

ترجمہ: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔(ترمذی:۱۵۳۵)

(۶) نچھتروں کے ذریعہ بارش طلب کرنا وغیرہ اس لئے ایک مؤمن کو چاہئے کہ وہ شرک اصغر کے ان اعمال قبیحہ سے احتراز کرے جو توحید کے توڑنے کا سبب ہیں۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے تہذیب تسهيل العقيدة الجبرين: ۱۵۱-۱۷۰، الارشاد إلى صحيح الاعتقاد للفوزان:۱۱۷-۱۳۱)

❖ ❖ ❖

(بقیہ صفحہ ۲۴ کا)

اور انسان جب تک قیامت کے دن پر کامل ایمان ویقین نہیں رکھے گا افعال خیر واعمال خیر کی طرف سبقت نہیں کر سکتا کیونکہ قیامت کے دن پر ایمان لانے کا مطلب ہے کہ دنیا کی زندگی میں اس نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کا اللہ کے سامنے حساب دینا ہے اور پھر اس کے متعلق اسکو اس کی سزا یا جزا ملے گی۔ اور جب قیامت کے دن پر ایمان ہی نہیں ہوگا تو وہ جیسے چاہے زندگی گذارے۔ اللہ نے فرمایا: (وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا)(اسراء:۱۰) اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ: بے نمازی، مسکینوں کو کھانا نہ کھلانا، اور کج بحثوں کے ساتھ کج بحثی کرنا، اور قیامت کے دن کا انکار، اسی حالت میں زندگی کے شب وروز گذر رہے تھے کہ دنیوی زندگی کا وقت پورا ہو گیا کہ یہ ہنستی اور کھیلتی زندگی موت کے حوالے ہوگئی اب دنیا کے سارے اسباب ووسائل ٹوٹ گئے اب رب کے سامنے صرف شفاعت کا ذریعہ باقی بچا لیکن رب نے ایسے اعمال کرنے والوں کے تعلق سے پہلے ہی فیصلہ کر دیا ہے کہ ان کے حق میں کسی کی بھی سفارش قابل قبول نہ ہوگی نتیجتاً ایسے اعمال کرنے والے جہنم کا ایندھن بنیں گے:"اعاذنا اللہ منہا" اخیر میں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسے عملوں سے بچائے جو موجب جہنم ہوں اور ایسے عملوں کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو جنت میں لے جانے والے اور موجب رضاء الٰہی ہوں۔(آمین یارب العالمین)

آئینۂ جمعیت وجماعت

جماعتی خبریں

دفتر صوبائی جمعیت

شیخ عبد السلام سلفی ۔حفظہ اللہ۔ نے 3 رفروری کو وسئ میں اتحاد ملت پر ایک ملی کانفرنس میں خطاب کیا، 5 رفروری کو وڈالا میں ایک پروگرام میں آپ کا خطاب ہوا اور 12 رفروری کو ادلا کھیڈ (کوکن، رتنا گیری) میں آپ کی تقریر ہوئی۔

شیخ محمد مقیم فیضی ۔حفظہ اللہ۔ نے 4 رفروری کو شولا پور کی ضلعی جمعیت کے پروگرام میں خطاب کیا، 5 رفروری کو وڈالا کے ایک پروگرام کی صدارت کی اور صدارتی خطاب کیا، 10 رفروری کو بھونڈی کی مقامی جمعیت کے پروگرام میں تقریر کی، 12 رفروری کو اورن میں جمعیت اہل حدیث کے اجلاس میں خطاب کیا، 16 رفروری کو فوزیہ ہاسپٹل (ممبئ) میں آپ نے خطاب کیا، 18 رفروری کو جماعت اہل حدیث بھساول کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس میں آپ کا خطاب ہوا، اور 26 رفروری کو بنارس میں اقراء انٹرنیشنل کے زیرِ اہتمام منعقد ایک پروگرام میں آپ کا خطاب عام ہوا۔

شیخ عنایت اللہ سنابلی مدنی ۔حفظہ اللہ۔ نے 6 رفروری کو احمد نگر (ممبئ) کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی، 9 رفروری کو پوار بستی (پونہ) کی مسجد اہل حدیث میں آپ کا درس ہوا، 10 رفروری ہی کو پوار بستی کی مسجد اہل حدیث میں آپ نے خطبہ جمعہ دیا، نیز 10 رفروری ہی کو اسمبلی ہال اعظم کیمپس (پونہ) میں بعد نماز مغرب آپ کا خطاب عام ہوا اور بعد نماز عشاء اسی مقام پر آپ کی دوبارہ تقریر ہوئی، 11 رفروری کو مسجد اہل حدیث حبیب منزل نیرل میں آپ نے خطاب کیا، 12 رفروری کو جلیل کمپاؤنڈ دھاراوی (ماہم) کی دعوت حق کانفرنس میں آپ کا خطاب عام ہوا اور 18 رفروری کو جامع مسجد اہل حدیث کامن گاؤں میں آپ نے تقریر کی۔

شیخ کفایت اللہ سنابلی ۔حفظہ اللہ۔ نے 4 رفروری کو کھڑک پاڑہ کی مسجد اہل حدیث میں آپ کا خطاب ہوا، 5 رفروری کو ملاڈ ویسٹ کی مسجد حمزہ میں آپ نے تقریر کی اور 25 رفروری کو مسجد اہل حدیث دار الہدی (ساکی ناکہ، کرلا) میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ کے پروگرام میں آپ نے خطاب کیا۔

شیخ کمال الدین سنابلی ۔حفظہ اللہ۔ نے 7 رفروری کو بریلی شہر میں ایک پروگرام میں خطاب کیا، 8 رفروری کو ضلع سنبھل کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی، 10 رفروری کو ناگپور میں مسجد اہل حدیث احباب کالونی میں خطبہ جمعہ دیا اور 10 رفروری ہی کو احباب کالونی (ناگپور) ہی میں جلسے میں خطاب کیا، 11 رفروری کو مسجد اہل حدیث چیتا کیمپ میں تقریر کی، 12 رفروری کو جلیل کمپاؤنڈ (دھاراوی، ماہم) کی "دعوت حق کانفرنس" میں خطاب کیا، 18 رفروری کو جماعت اہل حدیث بھساول کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی کانفرنس میں آپ کا خطاب عام ہوا، 22 رفروری کو کالینا کی مسجد اہل حدیث میں درس دیا، 24 رفروری کو

نالاسوپارہ (ایسٹ) کی مسجد اہل حدیث میں تقریر کی۔

شیخ سرفراز فیضی -حفظہ اللہ- نے 3/فروری کو مسجد و مدرسہ رحمانیہ کرانتی نگر (الہاس نگر) میں ایک پروگرام میں خطاب کیا، 4/فروری کو مسجد اہل حدیث کھڑک پاڑہ (ملاڈ ویسٹ) میں آپ کا خطاب ہوا، 5/فروری کو نالاسوپارہ گاؤں کی جامع مسجد میں ایک پروگرام کی نظامت کی، 11/فروری کو مسجد اہل حدیث کوپرکھیر میں تقریر کی، 19/فروری کو مسجد اہل حدیث مسجد اقصیٰ میں چیتا کیمپ میں آپ نے خطاب کیا، 25/فروری کو مسجد اہل حدیث دار الہدیٰ (ساکی ناکہ، کرلا) میں صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے پروگرام میں آپ نے خطاب کیا اور 26/فروری کو مالونی ملاڈ ویسٹ کی مسجد اہل حدیث میں محمدی اسلامک سینٹر کی طرف سے منعقد ہونے والے پروگرام میں تقریر کی۔

مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ کی عظیم الشان "سیرت النبی کانفرنس 2016"

ہر سال کی طرح اس سال بھی مسجد اہل حدیث فیت والا کمپاؤنڈ (کرلا، ویسٹ) کی طرف سے ایک عظیم الشان دو روزہ "سیرت النبی کانفرنس" کا انعقاد کیا گیا، یہ کانفرنس 25-24 دسمبر کو ہوئی جس کی صدارت صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی کے امیر شیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ نے کی اور نظامت کے فرائض شیخ انصار زبیر محمدی حفظہ اللہ نے ادا کیے۔

کانفرنس کا آغاز 24/دسمبر کو بعد نماز مغرب حافظ مجاہد -حفظہ اللہ- کی تلاوتِ قرآن مجید سے ہوا۔

سب سے پہلا خطاب بنگلور سے تشریف لائے شیخ عبد الحسیب مدنی -حفظہ اللہ- کا بعنوان "جادو ٹونا اور اس کا علاج" ہوا، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسان کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، اس کے بعد آپ نے جادو ٹونا اور جنات کی حقیقت پر روشنی ڈالی اور عوام کو نصیحت کی کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف ہو تو اس کے علاج کے لیے اسے شرعی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

شیخ عبد الحسیب مدنی کے بعد شیخ کمال الدین سنابلی -حفظہ اللہ- نے "عظمت قرآن" کے موضوع پر خطاب کیا، آپ نے قرآن کی عظمت کو قرآن و حدیث کے حوالے سے واضح کرتے ہوئے قرآن کی تعلیم پر عوام کو ابھارا۔

اس کے بعد شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی -حفظہ اللہ- نے "حقوقِ والدین" کے موضوع پر خطاب کیا، آپ نے قرآن کے الفاظ میں اولاد کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحتیں کیں، آپ نے والدین کی نافرمانی کی مذمت بیان کرتے ہوئے کہا کہ "ماں باپ کا دل دکھانے والی اولاد کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتی"۔

25/دسمبر کو کانفرنس کا آغاز بعد نماز مغرب برادرم حافظ مجاہد -حفظہ اللہ- کی تلاوت سے ہوا، اس نشست میں شیخ رضاء اللہ عبد الکریم مدنی -حفظہ اللہ- کا موضوع تھا "پریشانیوں کا اسلامی حل"، آپ نے اپنے خطاب میں کہا کہ یہ حقیقت ہے کہ انسان پر پریشانیاں آتی ہیں لیکن ایک مومن کو پریشانیوں میں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے، یقین جانیے اللہ کے علاوہ پریشانیاں حل کرنے والا کوئی اور ہے ہی نہیں۔

شیخ ابو زید ضمیر -حفظہ اللہ- کا موضوع تھا "سوشل میڈیا کے نقصانات" آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ سوشل میڈیا کے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن اس کے نقصانات

زیادہ اور عظیم ہیں، سوشل میڈیا کی وجہ سے آج مسلم نوجوانوں کے وقت کا بہت زیادہ ضیاع ہو رہا ہے، سوشل میڈیا کی وجہ سے عبادتوں میں بھی خلل ہونے لگا ہے۔

صدرِ جلسہ شیخ عبد السلام سلفی - حفظہ اللہ - نے اپنے صدارتی خطاب میں مسلم پرسنل لاء بورڈ میں حکومت کی مداخلت پر اپنی بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کے اقدام کی شدید مذمت کی، نیز فرمایا کہ ایک ساتھ تین طلاق دینا مسلمانوں کے تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک بدعت ہے، پھر آخر اس بدعت کی حمایت کیوں کی جاتی ہے؟ بیشک ہم ایک ساتھ تین طلاق کے واقع ہونے کے حق میں نہیں لیکن اس مسئلے کو مسلمان خود سلجھائیں گے، حکومت کو ہمارے پرسنل لاء میں مداخلت کا کوئی حق نہیں ہے، آپ نے نوٹ بندی پر بھی عوام کی بے چینی کا ذکر کیا نیز مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ پریشانی کے ان حالات میں بھی صبر سے کام لیں اور نوٹ بدلوانے کے لیے کوئی بھی غیر شرعی طریقہ اختیار نہ کریں۔

الحمد للہ کانفرنس کامیاب رہی، آخر میں شیخ انصار زبیر محمدی نے تمام علماء، سامعین اور پولس پرساشن کے شکریے کے ساتھ کانفرنس کے اختتام کا اعلان کیا۔

"ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گیری کی زیر سرپرستی مسجد دار السلام رتنا گیری کا ایک روزہ اجلاس عام اختتام پذیر"

توحید خالص، اتباع سنت، تزکیہ نفس، اور کلمہ حق وانصاف کی سربلندی کے لئے ضلعی جمعیت اہل حدیث رتنا گیری کی زیر سرپرستی ایک روزہ عظیم الشان اجلاس عام بتاریخ 3/جنوری سنہ 2017ء مطابق 4 ربیع الثانی 1438 ہجری بروز منگل صبح دس بجے تا مغرب، مسجد دار السلام رتنا گیری میں منعقد ہوا جسمیں ملک کے نامور وممتاز مشاہیر علماء کرام نے شرکت کی.. یہ پروگرام تین نشستوں پر مشتمل تھا

پہلی نشست: یہ نشست صبح دس تا نماز ظہر چلی، سب سے پہلے فضیلۃ الشیخ اسلم جامعی حفظہ اللہ کا خطاب "فکر آخرت" کے موضوع پر ہوا...آپ نے آیت کریمہ "ولتنظر نفس ما قدمت لغد".. کی تلاوت کی، اور ہر انسان کو آخرت کے لئے زاد راہ اکٹھا کرنے پر ابھارا، کیونکہ ہر انسان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس لئے آخرت کی تیاری کی فکر ہر ایک کو دامن گیر ہونی چاہیئے، شیخ نے مزید فرمایا: آج ہمیں اپنا تعلق اللہ سے جوڑنے کی ضرورت ہے ..آپ نے صحابہ کرام وتبع تابعین کے حالات وواقعات کا ذکر کیا اور بتلایا کہ ہمیں بھی اپنے اسلاف کی مانند آخرت کی فکر کرنی چاہیئے .....پھر شیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کے دوسرے فرزند شیخ سعد کا خطاب "مکفرات سیات" کے موضوع پر ہوا.. شیخ نے بہت ہی کم وقت میں مختلف "مکفرات سیئات" کو بالترتیب مع دلیل ذکر کیا. بعدہ فضیلۃ الشیخ عبد الحمید ابن ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ کا خطاب "ابتلاء وآزمائش قدرت کا اصول" کے موضوع پر ہوا..آپ نے بہت عمدہ گفتگو کی...آپ نے دوران خطاب فرمایا: مصیبت اور بلا ہر ایک کو درپیش ہے....سب سے زیادہ انبیائے کرام کو آزمایا جاتا ہے پھر اسکے بعد جو تقوی میں زیادہ ہوں.. ہر ایک کو اس کی دینداری کے اعتبار سے ابتلا ومحن میں گرفتار کیا جاتا ہے..کبھی بندے کو خیر کے ذریعے آزمایا جاتا ہے کبھی شر کے ذریعے سے..کسی کا مصیبتوں میں گرفتار ہونا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ رب اس سے ناراض ہے .....اسکے بعد فضیلۃ الشیخ عبد السلام سلفی حفظہ اللہ (امیر صوبائی

جمعیت اہل حدیث ممبئ) کا خطاب "اہل حدیث کی دعوت" جیسے اہم اور حساس موضوع پر ہوا۔

دوسری نشست: یہ نشست دو پہر تین بجے سے لے کر نماز عصر تک چلی..اس میں فضیلۃ الشیخ یاسر الجابری حفظہ اللہ (سعودیہ عربیہ) نے "اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار" جیسے اہم موضوع پر خطاب کیا..تیسری اور آخری نشست: یہ نشست بعد نماز عصر تا مغرب چلی..اس میں جماعت کی مشہور علمی شخصیت شیخ ظفر الحسن مدنی حفظہ اللہ نے خطاب فرمایا،آپ نے پر مغز مدلل نیز مفصل وقیع علمی خطاب فرمایا، آپ نے دوران خطاب اتحاد واتفاق کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے ہر قسم کے اختلاف سے اپنی صفوں کو پاک رکھنے کی نصیحت فرمائی..اور کہا کہ ایسے لوگوں کو باطل ایسے ہی اچک لیتا ہے جیسے ریوڑ سے الگ تھلگ رہنے والی بکری کو بھیڑیا اچک لیتا ہے...لہٰذا ہمیں ہر قسم کے اختلاف سے بچتے ہوئے باہم متحد ومتفق ہو کر رہنا چاہئیے......خطاب کے بعد آپ نے سامعین کے سوالات کے تشفی بخش جوابات دئے... اس اجلاس میں شرکت کرنے والے تمام سامعین بالخصوص مختلف مسالک سے تعلق رکھنے والے مقامی وبیرونی علماء کرام (مفتی وخطیب جامع مساجد رتنا گری، ندیم مالونکر،صدر جامع مسجد رتنا گری،شکیل مرتضی، نیز جمعیت علماء ہند رتنا گری کے صدر وارکین) خصوصی شکریہ ومبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی تشریف آوری سے ہمارے پروگرام کو زینت بخشی..اور فراخدلی کا مظاہرہ کیا......مجاہد الاسلام سنابلی....

وفات:

شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان فیضی نہ رہے

شیخ الحدیث مولانا عبدالحنان فیضی رحمہ اللہ کی 3/فروری کو وفات ہوگئی۔

آپ کی ولادت : دسمبر 1934ء (رمضان المبارک 1353ھ) میں ہوئی، اور وفات : 3 فروری 2017ء (6 جمادی الأولی 1438ھ) کو ہوئی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مولانا رحمہ اللہ کے مختصر حالات زندگی مولانا اسحاق بھٹی رحمہ اللہ کی چمنستان حدیث (ص556 تا560) میں موجود ہیں۔ بھٹی صاحب نے مولانا کی تاریخ ولادت رمضان المبارک 1353ھ بمطابق دسمبر 1934ء ذکر کی ہے۔اس حساب سے ان کی عمر شمسی اعتبار سے تقریبا82 سال جبکہ قمری حساب سے تقریبا85 سال بنتی ہے۔

شیخ ہندستان کے معروف مدرسہ فیض عام مئو کے فارغ التحصیل تھے،آپ نے ساری عمر اپنے والدگرامی کی مسند پر جامعہ سراج العلوم میں ہی گزاری۔ درمیان کے چند سال جامعہ سلفیہ بنارس میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔

ڈاکٹر مقتدی حسن ازہر، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری جیسے مشاہیر آپ کے معاصرین ہیں، جبکہ شیخ عزیر شمس، شیخ صلاح الدین مقبول جیسے محققین آپ کے تلامذہ میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئ آپ کے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ مرحوم کو کروٹ کروٹ چین وسکون نصیب فرمائے، جنت آپ کا مقام ہو اور اللہ تعالی پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے (آمین)۔

❖ ❖ ❖

حلقۂ ادب

تحفظ شریعت

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

اسی پر ہیں جیتے، اسی پر مریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے

شریعت فلک سے چلی باتحفظ
ہیں آگاہ باطل کے مکر و جدل سے
شریعت نبی کو ملی باتحفظ
چلے گا نہیں کام ردوبدل سے
ہو وحی جلی، یا خفی باتحفظ
کہ فتنے نہیں آج کم کچھ بھی کل سے
ہیں موجود، وہ آج بھی باتحفظ
مگر ہم بھی شیدا ہیں قول وعمل سے

کہ رب نے کہا ہم حفاظت کریں گے
یوں اسلام خالص پہ چلتے رہیں گے
اسی پر ہیں جیتے، اسی پر مریں گے
اسی پر ہیں جیتے، اسی پر مریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے

یہ دیں آسماں سے آیا مدلل
مسلماں ہے پابند آئین بھارت
جو تیئیس برس میں ہوا ہے مکمل
مگر ماسوا ہے ''پرسنل شریعت''
رواں نبض عالم میں ہے بھی مسلسل
کئی ہیں مذاہب کئی ان کی صورت
یہی ہے یہی امن عالم کا مشعل
جو کرتا ہے سب کی حقیقی قیادت

اسے لے کے ہاتھوں میں آگے بڑھیں گے
ہے مذہب پہ حق سب کو حاصل چلیں گے
اسی پر ہیں جیتے، اسی پر مریں گے
اسی پر ہیں جیتے، اسی پر مریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے

عجب اس کی دھن ہے عجب اس کی لے ہے
شریعت سے بڑھ کر نہیں کوئی شئی ہے
مگر حملہ آور کوئی پے بہ پے ہے
حقیقت سے عاری وہ نادان ہے ہے

کرے بند بکواس ہم یہ کہیں گے
اسی پر ہیں جیتے،اسی پر مریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے

ذرا کھول کر کان سن لے حکومت
ہمیں جان ودل سے ہے پیاری شریعت
نہ کیڑے نکالے نہ بانٹے کدورت
بڑھائے نہ آپس میں بے وجہ نفرت

ہم اپنی ڈگر پر ہی چلتے رہیں گے
اسی پر ہیں جیتے،اسی پر مریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے

مسلمانو!آؤ ذرا مل کے سوچیں
ہمارے سلف تھے کہاں ہم کہاں ہیں
بُرا سے بُرا دور آیا جہاں میں
نہ ٹوٹیں کبھی حوصلوں کی چٹانیں

ہم انورؔ بھی پر عزم ہو کر اٹھیں گے
اسی پر ہیں جیتے،اسی پر مریں گے
تحفظ شریعت کا ہم سب کریں گے

Special Issue "AL-JAMAAH" Mumbai
March 2017

صوبائی جمعیت اہل حدیث ممبئی اپنے مقصد وجود اور مشن کی تکمیل میں بحمدللہ بساط بھر سرگرم عمل ہے اور خالص اسلام (کتاب وسنت) کی نشر واشاعت، دعوت الی اللہ، اصلاح نفوس، اصلاح ذات البین اور تعلیم وتربیت سے متعلق سرگرمیوں میں اپنا کردار نبھانے کی بھرپور سعی کر رہی ہے۔ ذیل میں اس کی سرگرمیوں کا ایک خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

- ماہانہ تربیتی اجتماعات کا انعقاد۔
- جلسے اور کانفرنسیں۔
- انفرادی ملاقاتیں اور دعوتی دورے۔
- ہینڈ بل، اشتہارات اور کتابوں کی اشاعت۔
- ہر ماہ الجماعہ کی اشاعت۔
- مفت کتابوں کی تقسیم۔
- مکاتب کا ماہانہ تعاون۔
- ضرورت مند افراد کا تعاون۔
- مصائب وحادثات سے دوچار پریشان حال لوگوں کا تعاون۔
- نزاعات کے تصفیہ کے سلسلے میں تگ ودو۔
- دعاۃ کی تربیت کا اہتمام وغیرہ۔

دینی وجماعتی شعور رکھنے والے تمام غیرت مند افراد سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ مذکورہ مشن کی تکمیل میں جمعیت کا بھرپور تعاون فرمائیں۔ جزاھم اللہ خیراً

Published by :
SUBAI JAMIAT AHLE HADEES, MUMBAI
14/15, Chuna Wala Compound, Opp. Best Bus Depot, L.B.S. Marg, Kurla (W), Mumbai - 70.
Phone : 022-26520077 / Fax : 022-26520066 • ahlehadeesmumbai@gmail.com
@JamiatSubai subaijamiatahlehadeesmum SubaiJamiatAhleHadeesMumbai
www.ahlehadeesmumbai.org • aljamaahmonthly@gmail.com